فاستبقوا الخیرات

مجلسِ خدّام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

ربوہ

جولائی ۱۹۶۴ء

ایڈیٹر

رفیق احمد ثاقب

فی پرچہ ۵۰ پیسے

چندہ سالانہ ۵ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" (المصلح الموعود)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

ادارۂ تحریر

مدیر:- رفیق احمد ثاقب ؛ نائب: لطیف الرحمن محمود

جلد ۱۰	وفا ۱۳۴۳ھ ش	جولائی ۱۹۶۴ء	شمارہ ۹

ترتیب

(سید عبدالباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا)

اداریہ

اپنے خداداد قویٰ کو بہترین طور پر استعمال کیجیئے!

اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمتوں کے تحت انسان کو غیر معمولی قویٰ سے نوازا ہے۔ اِس امر کا انحصار اب خود انسان پر ہے کہ وہ کس طور پر اور کس حد تک اپنے ان قویٰ کو بروئے کار لاتا اور ان سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ جہاں ان قویٰ کا جائز اور برمحل استعمال اسے بڑے ارفع و اعلیٰ مراتب دلا سکتا ہے وہاں انہی کا غلط استعمال اسے انتہائی پست اور ذلیل ترین حیثیت دلانے کا موجب بھی بن جاتا ہے۔

قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ اس دنیا میں انسان کی پیدائش کی اصل غرض اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ سو ہمارا حقیقی مدعا اللہ تعالیٰ کی پرستش کرنا، اُس کی معرفت حاصل کرنا اور اُسی کے لئے ہو جانا ہے۔ یہ جو انسان کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کے قویٰ عطا فرمائے ہیں اور باقی کُل مخلوقات پر ایک گُونا فضیلت بخشی ہے اس میں یہی غرض رکھی گئی ہے کہ تا وہ اپنی ان تمام قوتوں کو ایسے طور پر صرف کرے جس کے نتیجہ میں وہ اپنے خالق و مالک کی رضاء حاصل کر سکے۔ اوّلین مقصد یہی ہونا چاہیئے۔ باقی دنیا میں رہتے ہوئے انسان کو بہت سے دیگر مشاغل بھی اختیار کرنے پڑتے ہیں اسلام ان امور کی ممانعت نہیں کرتا۔ ہاں مومنوں کی جماعت سے یہ توقع ضرور رکھتا ہے کہ وہ ان دُنیوی مشاغل کو ثانوی اہمیت اور ذیلی حیثیت ہی دیں۔ اصل نہ قرار دے لیں۔ اور نہ ہی ان میں اس طور پر منہمک ہو جائیں کہ حقیقی مقصد نظروں سے اوجھل ہو جائے۔

دنیا میں متعدد ایسے مذاہب پائے جاتے ہیں جو دُنیوی دھندوں سے کامل انقطاع کی کیفیت پیدا کرنے کی تلقین کرتے ہیں لیکن اسلام ہمیں ایسا نہیں کہتا۔ وہ تو انسان کو چست اور ہوشیار اور مستعد بنانا چاہتا ہے اور اس امر کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ جمیع قویٰ کو پوری کوشش اور پوری توجہ سے جائز طریق پر بروئے کار لایا جائے اور فرد، خاندان، ملک، قوم اور کُل نوعِ انسانی کی بہبود اور ترقی کی تدابیر پُورے اہتمام سے اختیار کی جائیں۔ آنحضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا ہے کہ جس کے پاس زمین ہو اور وہ اُس کا کچھ تردّد نہ کرے تو قیامت کو اُس سے مؤاخذہ ہوگا۔ پس اسلام کا ہرگز یہ منشاء نہیں کہ دُنیوی کاروبار اور مشاغل یکسر ترک کر دیئے جائیں یا اپنے قویٰ سے پورے طور پر کام نہ لیا جائے اسلام صرف اس بات پر زور دیتا ہے کہ تمہارے سب افعال اور اعمال کے پیچھے اصل مقصود خدا کی رضاء کا حصول ہونا چاہیئے۔

اسی طرح خدا تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کرنے کا صحیح مفہوم سمجھنے میں بہت لوگ غلطی کر جاتے اور افراط یا تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اگر ایک طبقہ نرا اسباب کا بندہ بن جاتا اور خدا پر توکل اور دعا کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ تو ایک دوسرا طبقہ توکل علی اللہ کے معانی میں اس قدر غلو کرنے لگتا ہے کہ اسباب سے کام لینے کو غیر ضروری جاننے لگتا ہے۔ اعتدال کی راہ وہی ہے جس کی نشاندہی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی بنیادی تعلیمات کی روشنی میں بایں الفاظ فرما دی ہے۔ حضور فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے یہ معنی نہیں کہ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ رہے بلکہ خدا تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب سے کام لینا اور اس کے عطا کردہ قویٰ کو کام میں لگانا۔ پھر نتیجہ کے لئے خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنا یہی حقیقی راہ ہے اور خدا تعالیٰ کی قدر ہے۔ جو لوگ خداداد قویٰ سے کام نہیں لیتے اور صرف مُنہ سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کی قدر نہیں کرتے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کو آزماتے ہیں اور اُس کی عطا کردہ قوتوں اور طاقتوں کو لغو قرار دیتے ہیں۔ اور اس طرح پر اُس کے حضور شوخی اور گستاخی کرتے ہیں اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے مفہوم سے دُور جا پڑتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے۔ بلکہ بغیر اس پر عمل کئے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا ظہور چاہتے ہیں۔ یہ ہرگز مناسب نہیں۔ بلکہ جہاں تک ہو سکے اور انسان کے امکان اور طاقت میں ہو رعایت اسباب ضرور کرنی چاہیئے لیکن اِن اسباب کو اپنا معبود اور مشکل کشا قرار نہ دے بلکہ اُن سے کام لے کر پھر انجام کو تفویض الی اللہ کرے اور اس بات پر سجداتِ شکر بجالائے کہ خدا نے اس کو وہ طاقتیں اور قویٰ عطا فرمائے ہیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۶۸)

خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی جماعت اسی اعتدال کی راہ پر گامزن ہے۔ اور عبادات اور خدمتِ دین اور اشاعتِ اسلام کے فریضہ کی ادائیگی میں قابلِ قدر نمونہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ دنیوی کاروبار میں حصہ لینے کے لحاظ سے بھی پیچھے نہیں ہے۔ بلکہ مجموعی طور پر کئی لحاظ سے جماعت احمدیہ کے افراد اپنے دوسرے ساتھیوں سے بہتر پوزیشن کے حامل ہیں۔ یہ اسی لئے ہے کہ انہوں نے زندگی کے بارہ میں اسلام کے منشاء کی حقیقت کو بہت صحیح شکل میں جانا اور سمجھا ہے۔ اور خالق و مخلوق ہر دو کے حقوق پورے کرنے کا بیڑا اٹھاتے ہوئے اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ پیش کیا ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے بھی اسلامی نظریۂ حیات کا اصل مغز پالیا تھا اور اُسی کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال لیا تھا۔ اس کے نتیجہ میں انہوں نے نہ صرف روحانیات میں اعلیٰ مراتب پائے بلکہ مادی لحاظ سے بھی نہایت شاندار ترقیات حاصل کیں۔ لیکن جب روحانی اقدار میں کمی آنے لگی تو رفتہ رفتہ باقی پہلوؤں میں بھی کمزوری پیدا ہوتی گئی۔

خدائی منشاء کے مطابق اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے اس زمانہ میں ایک مامورِ ربانی کے ہاتھوں جماعتِ احمدیہ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ سو چاہیئے کہ ہماری جماعت قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں کا نیک نمونہ اختیار کرے اور نیکی، فرض شناسی، محنت اور ہمت سے کام لیتے ہوئے دین و دنیا کے ہر میدان میں آگے نکل کر دنیا میں اسلام اور احمدیت کا جھنڈا گاڑ دے۔ احمدی نوجوانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ہمارے موجودہ امام ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"ہمارے نوجوان اگر اعلیٰ قابلیتیں پیدا کرلیں تو دنیا کے اعداد و شمار ہمارے رستہ میں روک نہیں بن سکتے۔ کیونکہ جب لوگ یہ دیکھیں گے کہ دُنیا کا سب سے بڑا سائنس دان بھی احمدی ہے، دُنیا کا سب سے بڑا محقق بھی احمدی ہے، دُنیا کا سب سے بڑا مولوی بھی احمدی ہے، دُنیا کا سب سے بڑا انجینئر بھی احمدی ہے، دُنیا کا سب سے بڑا ڈاکٹر بھی احمدی ہے، دُنیا کا سب سے بڑا بیرسٹر بھی احمدی ہے، دُنیا کا سب سے بڑا صنّاع بھی احمدی ہے تو وہ احمدیت کی طرف توجہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس چیز کو مدّنظر رکھتے ہوئے ہر احمدی کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ چوٹی کا آدمی بنے۔ فارسی کا ایک مقولہ ہے ع 'کسبِ کمال کن کہ عزیزِ جہاں شوی'۔ اگر ہمارے نوجوان ہر فن میں کمال پیدا کریں تو ترقی کرنا بہت آسان ہو جائے۔ کیونکہ ایسی صورت میں ہمارا مبلّغ جہاں بھی تبلیغ کر رہا ہوگا وہاں یہ بات اس کی مدد کر رہی ہوگی کہ یہ اس قوم کا مبلّغ ہے جس میں ایسے ایسے اعلیٰ پایہ کے انسان پائے جاتے ہیں۔ پس ہمارے نوجوانوں کو زندگیاں سُدھارنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور اپنی نگاہوں کو اونچا کرنا چاہیئے۔ اور یہ عزم کر لینا چاہیئے کہ مَیں نے فلاں فن میں چوٹی کا آدمی بننا اور اس

کوشش میں فنا ہو جانا ہے۔" (بحوالہ الفضل ۲۴ ستمبر ۱۹۶۰ء)

ان ارشادات کی روشنی میں اس وقت ضرورت ہے کہ احمدی جماعت کے سب افراد ــــ خصوصیت سے احمدی نوجوان ــــ اپنی خداداد قوتوں اور صلاحیتوں کو زیادہ سے زیادہ بروئے کار لائیں اور دین و دنیا کے ہر میدان میں باقی سب لوگوں سے نمایاں طور پر آگے نکل جائیں اور ثابت کر دیں کہ رحمٰن خدا کے عبادت گزار اور متوکل بندے کسی بھی جہت سے دوسروں سے کمتر نہیں !!
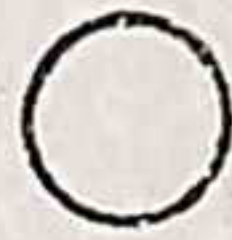
○

اِس زمانہ کی بڑی عبادت

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس زمانہ کے درمیان جو فتنہ اسلام پر پڑا ہوا ہے اُسکے دُور کرنے میں کچھ حصّہ لے۔ بڑی عبادت یہی ہے کہ اس فتنہ کے دُور کرنے میں ہر ایک مسلمان کچھ نہ کچھ حصّہ لے۔ اس وقت جو بدیاں اور گستاخیاں پھیلی ہوئی ہیں چاہیئے کہ اپنی تقریر اور علم کے ذریعہ سے اور ہر ایک قوّت کے ساتھ جو اس کو دی گئی ہے مخلصانہ کوشش کے ساتھ ان باتوں کو دنیا سے اُٹھا دے۔"

(ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۳۹۴)

═══

معارف القرآن الحکیم

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ٥ (العنکبوت)

ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں ہم اُن کو ضرور اپنے رستوں کی طرف آنے کی توفیق بخشیں گے اور اللہ یقیناً محسنوں کے ساتھ ہے۔

تشریح:۔ اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ ربّ العالمین نے سب انسانوں کے لئے اپنی محبت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ اسلئے اگر کوئی خدا کو نہ ماننے والا چاہے کہ اگر دُنیا کا کوئی خدا ہے اور اسے اس کا علم حاصل ہو جائے تو وہ صدقِ دل سے دعا کرے (اور کم از کم چالیس دن دعا کرتا ہے) تو ضرور خدا تعالیٰ اُس پر ظاہر ہو جائے گا۔ یا اگر کوئی کسی دین کی صداقت معلوم کرنے کی دعا کرے تو اس پر بھی حق کھُل جائے گا۔

اسی طرح اس میں مومنوں کو بتایا ہے کہ اگر وہ سچے دل سے حصولِ قربِ الٰہی کی کوشش کرتے رہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے قرب کے غیر متناہی راستوں پر چلاتا چلا جائے گا اور ان کے دامن کو گوہرِ مقصود سے بھر دے گا۔ اس میں دعاؤں کی قبولیت کی طرف بھی اشارہ ہے اور بتایا ہے کہ اگر کوئی صدقِ دل سے دُعا کرتا ہے تو ہم اس کے لئے ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہیں۔ یہ بھی بتایا ہے کہ صرف مُنہ سے اپنے آپکو مومن کہہ لینا کافی نہیں۔ قربِ الٰہی کے راستے صرف اُسی پر کھُلتے ہیں جو سچی محبت اور تڑپ سے کام لیتے ہیں۔

پھر اس میں حصولِ اطمینانِ قلب کا طریق بھی بتلایا ہے۔ اطمینانِ قلب دو طرح ہی ہو سکتا ہے۔ یا اس طرح کہ جو خواہش دل میں پیدا ہو، پوری ہو جائے۔ یا اس طرح کہ تمام لغو خواہشات مٹ جائیں۔ قرآن پہلے بتاتا ہے کہ پیدائش انسان کا مقصد صفاتِ الٰہیہ کو اپنانا ہے اور پھر بتلایا ہے کہ جو اس کے لئے کوشش کرے گا ہم ذمہ دار ہیں کہ اس کو یہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔ بے شک بعض لوگ دُنیاوی کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ اور ان کو کسی قدر اطمینانِ قلب بھی حاصل ہو جاتا ہے لیکن ان کا اطمینانِ قلب، مقاصد عالیہ کا پورا ہونا نہیں اُن کو بُھلا دینا ہوتا ہے۔ وہ فکری افیون کے شکار ہوتے ہیں۔

محسن کے معنے اُس شخص کے ہیں جو حکم کو تمام شرائط کے ساتھ پورا کرے اسلئے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُحْسِنِیْنَ میں بتلایا ہے کہ جب لوگ ہمارے مندرجہ بالا حکم پر عمل کریں گے ہم اُن کے ساتھ ہوں گے۔ اور ہر میدان میں اُن کو کامیاب کریں گے۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ایمان اور استقامت

حضرت ابو عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے اسلام میں کوئی ایسی بات بیان فرماویں کہ پھر آپ کے سوا کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ فرمایا اللہ پر ایمان لا اور اس پر استقامت اختیار کر۔ (مسلم)

صبر و استقامت دکھانے کی ایمان افروز حکایت

حضرت صہیبؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنے اصحاب کو یہ واقعہ سنایا۔ فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اس کے پاس ایک ساحر تھا۔ جب وہ بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میری عمر بڑی ہوگئی ہے کوئی لڑکا ہو تو میں اسے سکھا دوں۔ چنانچہ ایک لڑکا سحر سیکھنے کے واسطے اس کے پاس بھجوایا گیا۔ جس راستہ سے وہ لڑکا ساحر کے پاس جاتا اس راہ میں ایک راہب تھا لڑکا اس راہب کے پاس بیٹھنے اور اس کا کلام سننے لگ گیا.... آخر لڑکا یہاں تک کامل ہوگیا کہ اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر لیا کرتا۔ بادشاہ کا ایک مصاحب نابینا ہوگیا تھا۔ وہ یہ خبر سن کر بہت سے تحائف لیکر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے شفاء دیجئے۔ لڑکے نے کہا میں تو کسی کو شفاء نہیں دے سکتا۔ شفاء دینے والا اللہ ہے۔ اگر تو اللہ پر ایمان لے آئے تو میں خدا سے دعا کروں گا اور وہ تجھے شفاء دیگا۔ وہ مصاحب ایمان لے آیا اور اللہ نے اسے شفاء بخشی۔ جب بادشاہ کے حضور آیا تو بادشاہ نے پوچھا تجھے کس نے بینا کیا؟ مصاحب نے جواب دیا میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا ارے میرے سوا تیرا کوئی رب اور بھی ہے؟ مصاحب نے کہا میرا اور آپ کا رب اللہ ہے۔ بادشاہ نے اسے گرفتار کر لیا اور اسے عذاب دیتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے لڑکے کا نام لیا۔ لڑکا بلایا گیا۔ اور اسے پوچھا گیا کہ تو سحر میں ایسا کامل ہوگیا ہے کہ اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست کرتا ہے۔ لڑکے نے کہا میں کیا چیز ہوں جو شفاء دوں، اللہ ہی شفاء دیتا ہے۔ بادشاہ نے لڑکے کو پکڑ لیا اور انواع و اقسام کے عذاب دینے لگا۔ اس نے راہب کا نام لیا۔ بادشاہ نے راہب کو بلا کر کہا اپنے دین سے پھر جا۔ راہب نے انکار کیا۔ بادشاہ نے آرہ اس کے سر پر رکھوا کر دو ٹکڑے کروا دیا۔ پھر وزیر کو بلوایا اور اسے بھی کہا کہ اپنے دین سے پھر جا۔ جب اس نے انکار کیا تو اسے بھی آرے سے چروا کر دو ٹکڑے کر دیا۔ پھر لڑکے کو بلایا اور سپاہیوں کے حوالہ کیا کہ اسے فلاں پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ، اگر دین سے پھر جائے تو خیر ورنہ نیچے گرا دو۔ جب سپاہی اسے پہاڑ پر لے گئے تو لڑکے نے دعا کی اے میرے مولیٰ تو مجھے ان کی شرارت سے محفوظ رکھ۔

سو پہاڑ پر زلزلہ آگیا جس سے سپاہی گر گئے اور لڑکا صحیح و سلامت بادشاہ کے پاس آپہنچا۔ بادشاہ نے پوچھا ہمارے آدمی کیا ہوئے؟ لڑکے نے کہا اللہ تعالیٰ نے اُن کی شرارت سے مجھے بچا لیا۔ اس پر بادشاہ نے اور سپاہی متعین کئے کہ اسے کشتی میں سوار کر کے سمندر میں لیجاؤ۔ اگر اپنے دین سے پھر جائے تو بہتر ورنہ سمندر میں گرا دو۔ سپاہی لڑکے کو سمندر میں لے گئے۔ لڑکے نے اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ کی دعا کی جس کے نتیجہ میں کشتی اُلٹ گئی۔ سپاہی ڈوب گئے یہ بچ گیا اور بادشاہ کے پاس آگیا۔ اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے شر سے مجھے بچا لیا۔ پھر اُس نے بادشاہ سے کہا کہ اگر مجھے قتل کرنا ہے تو اس ترکیب سے کر سکتے ہو جو میں تمہیں بتاؤں اور وہ یہ کہ لوگوں کو ایک وسیع میدان میں جمع کرو۔ اور مجھے سُولی پر چڑھا کر میرے تیردان سے ایک تیر لے کر بسم اللہ ربّ الغلام کہہ کر مجھے مارو۔ انہوں نے جب ایسا ہی کیا تو وہ لڑکا شہید ہو گیا۔ سب لوگ پکار اُٹھے کہ ہم سب اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ آیا تو وزراء نے کہا جس بات کا خوف تھا وہی ہوئی۔ یعنی لوگ مسلمان ہو گئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ہر محلہ کی گلی کے سر پر ایک ایک خندق کھودی جائے اور اُس میں آگ جلائی جائے۔ اور جو شخص اپنے دین سے نہ پھرے اُسے اِس خندق میں گرایا جائے یا اُسے کہا جائے کہ اس میں خود بخود گر جا۔ سپاہیوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آخر ایک عورت آئی جس کی گود میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا۔ وہ آگ میں گرنے سے ہچکچائی تو اس کا بچہ بول اُٹھا اے میری ماں صبر کر، حق پر ثابت قدم رہ کیونکہ تُو حق پر ہے (پس تُو اِس آگ سے خوف مت کھا) (مسلم)

تقویٰ کا طریق

حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص کسی امر پر قسم کھائے پھر اُس کو معلوم ہو جائے کہ اِس امر کے غیر میں زیادہ تقویٰ ہے تو جس کام میں زیادہ تقویٰ ہو وہی کام کرے۔ (مسلم)

شیطان سے حفاظت کی دُعا

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر سے باہر نکلتے تھے تو یہ کلمات وِردِ زبان ہوتے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ
اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ
اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ
اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ۔

یعنی اللہ کے نام کے ساتھ میں نے اللہ پر بھروسہ کیا۔ اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا گمراہ کیا جاؤں۔ یا لغزش کروں یا لغزش کرایا جاؤں۔ یا ظلم کروں یا ظلم کرایا جاؤں۔ یا لوگوں سے جاہلانہ معاملہ کروں یا مجھ سے جاہلانہ معاملہ کیا جائے۔

(ابوداؤد)

"احمدی اور غیر احمدی میں فرق"

سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی ایک تحریر کے اہم اقتباسات

(مرسلہ ۔ مکرم عبدالرشید غنی صاحب ایم ایس سی ۔ ربوہ)

نوٹ :۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کو اپنے مامور ہونے کی غرض سمجھانے کے لئے اور افراد جماعت کو اُن کی ذمہ داریوں سے رُوشناس کرانے کے لئے ایک رسالہ بنام "احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے" تصنیف فرمایا تھا جس کا پڑھنا اور اُس پر باقاعدگی سے عمل کرنا اس وقت ہم سب کے لئے نہایت ضروری ہے۔ مَیں اِس رسالہ کا خلاصہ حضورؑ ہی کے الفاظ میں قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ یہ تمام الفاظ حضورؑ کے ہی ہیں۔ سو اِس لئے اب ہمیں اِسے بڑے غور سے پڑھنا چاہیئے اور پھر اِس پر باقاعدگی سے عمل کرنا چاہیئے تاکہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو باحسن طریق جاری رکھ سکیں۔ اور وہ مقاصد جن کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے جلد حاصل کر سکیں اور حقیقی اسلام سے تمام دنیا کو روشناس کرا سکیں۔
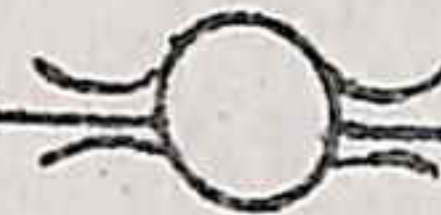
ایک جماعت الگ بنانے کی وجہ

کل ایک شخص نے کہا کہ اِس فرقہ میں اور دوسرے لوگوں میں سوائے اِس کے اور کچھ فرق نہیں کہ یہ لوگ وفاتِ مسیح کے قائل ہیں اور وہ لوگ وفاتِ مسیح کے قائل نہیں۔ باقی سب عملی حالت مثلاً نماز، روزہ اور زکوٰۃ اور حج وہی ہے۔ سو سمجھنا چاہیئے کہ یہ بات صحیح نہیں کہ میرا دنیا میں آنا صرف حیاتِ مسیح کی غلطی کو دُور کرنے کے واسطے ہے۔ اگر مسلمانوں کے درمیان صرف یہی ایک غلطی ہوتی تو اتنے کے واسطے ضرورت نہ تھی کہ ایک شخص خاص مبعوث کیا جاتا اور ایک جماعت الگ بنائی جاتی اور ایک بڑا شور بپا کیا جاتا۔

ہاں اِس میں شک نہیں کہ وفاتِ مسیح کا مسئلہ اِس زمانہ میں حیاتِ اسلام کے واسطے ضروری ہو گیا ہے۔ عیسائیوں نے مسیح کی زندگی ایک قوی دلیل اس کی خدائی کے واسطے پکڑی اور کہا کہ اگر کوئی دوسرا انسان ایسا کر سکتا ہے تو آدم سے لے کر آج تک اس کی نظیر پیش کرو۔ اور درحقیقت اگر یہ بات صحیح ہوتی جو عیسائی کہتے ہیں کہ زندہ زندہ

آسمان پر چلا گیا اور عرش پر بیٹھا ہے تو اسلام کے واسطے ایک ماتم کا دن ہوتا۔ اسلام توحید کے واسطے آیا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ کوئی کمزوری باقی رہے۔ خدا تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اگر کسی دوسرے کو یہ خصوصیت دی جائے تو یہ امر خدا تعالیٰ کی شان میں فرق لاتا ہے۔ اِس بات سے دھوکہ نہ کھاؤ جو لوگ کہہ دیتے ہیں کہ کیا خدا قادر نہیں؟ خدا تعالیٰ بے شک قادر ہے لیکن تمام جہان میں سے کسی ایک شخص کو بعض وجوہ کی خصوصیت دینا جو دوسروں کے واسطے نہیں ایک مبدأ شرک ہے۔ جو مسلمان اس زمانہ میں یہ عقیدہ پیش کرتے ہیں کہ عیسیٰؑ اب تک زندہ چلا آتا ہے وہ اسلام کے واسطے اندرونی دشمن اور مارِ آستین ہیں۔ حالانکہ اگر کوئی زندہ نبی ہے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ ہمارے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا ثبوت بھی موجود ہے۔ کیونکہ زندہ نبی وہ ہے جس کے برکات اور فیوض ہمیشہ جاری ہوں۔ ہر صدی کے سر پر ایسے مجدد ہوتے رہتے ہیں جو غلطیوں اور بدعادتوں اور سستیوں اور غفلتوں کو اُن کے ذریعہ سے دُور کیا جاتا ہے۔ یہ خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ملی ہے۔ اور یہی آپؐ کی حیات پر دلالت کرتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کی تاثیر ایسی تھی کہ صحابہؓ نے جانیں دیدیں اور آج تک لوگ اُن برکات سے فیوض حاصل کر رہے ہیں۔ پھر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیرات و برکات اور قوتِ قدسیہ کا نتیجہ ہے کہ قرآن شریف کی اس قدر حفاظت ہوئی۔ ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں ہزاروں لوگ قرآن شریف یاد کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے انجیل کا پتہ ہی نہیں لگتا کہ سچی انجیل کونسی ہے اور جھوٹی انجیل کونسی۔

ایک عیسائی سے پوچھنا چاہیئے کہ اگر سب لوگ مل کر یہ عقیدہ قائم کر لیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یہی کہ عیسائیت دنیا سے نابود ہو جائے گی۔ سو اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ اس غلطی کو دور کرے لیکن اس سلسلہ کو قائم کر کے اللہ تعالیٰ اور بہت سی غلطیوں کو دُور کرنا چاہتا ہے۔ اِس وقت توحید صرف زبان پر رہ گئی ہے۔ سچا موحّد کوئی نظر نہیں آتا۔

دُنیا پرستی

ہر ایک دل دنیا کی محبت میں غرق ہو رہا ہے۔ اِس وقت دین غریب، بے کس اور یتیم ہو رہا ہے۔ حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ کہ دنیا کی محبت ہر بدی کی ابتدا ہے۔ اکثر لوگ دنیا ہی سے محبت کے سبب ہلاک ہو رہے ہیں۔ ہزار ہا عیسائی بخوبی آگاہ ہیں کہ عیسیٰؑ ایک انسان تھا اور وہ خدا نہیں ہو سکتا لیکن دنیا کی محبت ہے جو انہیں کچھ کرنے نہیں دیتی۔ درحقیقت عیسوی مذہب ہی ایسا ہے کہ فطرتِ انسانی اس کو دھکے دیتی ہے! اگر درمیان دنیا کا تعلق اور محبت نہ ہوتی تو ان کا ایک گروہِ کثیر آج ہی مسلمان ہو جاتا۔

اسلام لوگوں کے دلوں میں گھر کر رہا ہے اور یورپ اور ایشیا کے لوگ اندر ہی اندر اس بات کو بخوبی سمجھ رہے ہیں کہ دیگر تمام ادیان باطل ہیں۔ مگر دنیا سب کو محبوب ہو رہی ہے۔ یہ ایک زہر ہے جو ایک منٹ کیا

ایک سیکنڈ میں ہلاک کر دیتی ہے۔ بڑا گناہ جو اِس زمانہ میں پیدا ہوا ہے وہ حُبِّ دنیا ہی ہے۔ یہ ایک باریک زہریلا کیڑا ہے جو خوردبین سے بھی نظر نہیں آتا۔

متابعتِ نبوی

قرآن شریف میں آیا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

اے نبی تو کہہ دے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے پیار کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

اب کیا یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرتے ہیں؟ کیا اُن کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوتے رہتے تھے یا غفلت کرتے تھے یا نفاق کرتے تھے یا دنیا کو دین پر مقدم کرتے تھے؟ اِن کی حالتیں وہ نہیں رہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی ہُوا کرتی تھیں۔ چاہیئے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بسر کیا کرتے تھے اُسی طرح یہ زندگی بسر کریں۔ ان لوگوں کے دلوں میں اسلام کا مذہب نہیں رہا گو کتب اور آثار میں اسلامی حقیقت موجود ہے۔ صحابہؓ کی یہ حالت تھی کہ نہ دنیا اُن سے پیار کرتی تھی اور نہ وہ دنیا سے پیار کرتے تھے۔ کیا ان لوگوں کا قدم صحابہؓ کے قدموں پر ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس خدا تعالیٰ کا منشاء اِس سلسلہ کے قیام سے یہ ہے کہ لوگ پھر اِس راہ پر چلنے لگیں۔

خشیۃ اللہ نہیں

آج کل تو لوگوں کی یہ حالت ہے کہ تین تین آنے کے واسطے جھوٹی گواہیاں دیتے پھرتے ہیں۔ کیا یہ دین ہے؟ اور خدا تعالیٰ نے یہی حکم دیا ہے کہ تم مطلق العنان ہو جاؤ اور جھوٹ کو شیرِ مادر سمجھ لو؟ خدا نے جھوٹ کو شرک کے ساتھ ملا کر ہر دو کی ایک ہی ممانعت فرمائی ہے۔ خدا تعالیٰ جھوٹ کی رعایت نہیں رکھتا۔ جھوٹ جیسی کوئی منحوس شے نہیں۔ سچ والی ہر بات میں فتح ہوتی ہے۔ ہم پر سات مقدمات بنائے گئے سب میں خدا نے ہم کو فتح دی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اپنے مقدمہ میں سچا تھا لیکن پھر بھی اُس نے سزا پائی۔ اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ اس طرح سزا پاتے ہیں وہ درحقیقت کسی اور جھوٹ کی سزا پاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے ہاں ایک سلسلہ حساب ہوتا ہے۔ انسان گناہ کسی اور موقع پر کرتا ہے اور پکڑا کسی اور موقع پر جاتا ہے۔ انسان کے واسطے شامتِ اعمال کا ذخیرہ رکھا ہوا ہوتا ہے وہی اُس کے پیش آجاتا ہے۔ جو شخص سچائی کو پوری طرح اختیار کرتا ہے اور خدا کے لئے ہو جاتا ہے خدا اُس کی محافظت کرتا ہے۔ خدا جیسا کوئی قلعہ نہیں لیکن ادھوری بات فائدہ نہیں دیتی۔ ناقص اعمال خدا کو خوش نہیں کر سکتے۔ یہ دنیا کے دھوکے ہیں۔ دنیا دار تو خیرات بھی کرتا ہے تو لوگوں کی آفرین چاہتا ہے۔ اگر ریا نہ ہوتا تو بہت لوگ تھوڑے سے دنوں میں ولی بن جاتے۔ جو شخص خدا کا ہو جاتا ہے خدا اُس کا ہوتا ہے مگر جو شخص اپنے ناقص اعمال کے ساتھ خدا کو دھوکہ دینا چاہتا ہے وہ خود دھوکہ میں ہے۔

ملازم لوگ اپنی نوکری میں چست رہتے ہیں لیکن جب نماز کا وقت آتا ہے تو فکر میں پڑ جاتے ہیں۔ خدا کی عظمت کو

دل میں قائم رکھنا چاہیئے۔ دین کے کاموں میں بہ سہولت صبر کرنے سے کام بنتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کیا یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں اتنے پر ہی راضی ہو جاؤں گا کہ وہ مُنہ سے کہہ دیویں کہ ہم ایمان لائے اور اُن کی آزمائش نہ کی جاوے۔ وہ بے وقوف ہے جو خیال کرتا ہے کہ معرفت الٰہی کا حاصل کرنا حلوائے بے دُود ہے۔ ہر ایک نعمت مشقت چاہتی ہے۔ یہ حکم ہے کہ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا نجات وہی پا سکتا ہے جو اپنے نفس کا تزکیہ کرے۔ بدعت، فسق و فجور، چوری، جھوٹ سب باتیں چھوڑ کر خدا کے واسطے الگ ہو جاوے۔ جس نے دین کو مقدم کیا وہ خدا کے ساتھ مل گیا۔ نفس کو خاک کے ساتھ ملا دینا چاہیئے۔ خدا کو ہر بات میں مقدم کرنا چاہیئے۔ یہی دین کا خلاصہ ہے۔ جتنے بُرے طریق ہیں سب کو ترک کر دینا چاہیئے۔ تب خدا ملتا ہے۔

اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات

دنیا میں دراصل کوئی شے بُری نہیں لیکن ہر ایک شے بد استعمالی سے بُری ہو جاتی ہے۔ اخلاق بھی محل پر برتے جاتے ہیں۔ دراصل خدا تعالیٰ نے کوئی شے بُری نہیں بنائی۔ ہر ایک شے کی بد استعمالی اُس کو بُرا بنا دیتی ہے تم یہ کوشش کرو کہ ہر ایک قوت کا استعمال اُس کے محل پر ہو۔ اسلام کی تعلیم بھی ایسی ہے کہ ہر ایک قوت کو محل پر استعمال کرنا سکھلاتی ہے۔ اسلام کا خدا وہ خدا ہے کہ ہر ایک جنگل میں رہنے والا فطرتاً مجبور ہے کہ اس پر ایمان لاوے۔ ہر ایک شخص کا کانشنس اور نورِ قلب گواہی دیتا ہے کہ وہ اسلامی خدا پر ایمان لائے۔

اس حقیقتِ اسلام کو اور اصل تعلیم کو جس کی تفصیل بیان کی گئی ہے آجکل کے مسلمان بھول گئے ہیں اور اسی بات کو پھر قائم کر دینا ہمارا کام ہے اور یہی ایک عظیم الشان مقصد ہے جس کو لیکر ہم آئے ہیں!!

علمی و اعتقادی غلطیوں کی اصلاح

علمی و اعتقادی غلطیاں مسلمانوں کے درمیان پھیل رہی ہیں جن کی اصلاح کرنا ہمارا کام ہے۔ مثلاً ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ اور اُس کی ماں مسِ شیطان سے پاک ہیں اور باقی نبی نعوذ باللہ پاک نہیں ہیں۔ یہ ایک صریح غلطی ہے۔ بلکہ کفر ہے اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت اہانت ہے ان لوگوں میں ذرہ بھر بھی غیرت نہیں رہی جو اس قسم کے مسائل گھڑ لیتے ہیں اور اسلام کو بے عزت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام سے بہت دُور ہیں۔ اصل میں یہ مسئلہ اس طرح ہے کہ قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ پیدائش دو قسم کی ہوتی ہے ایک مسِ روح القدس سے اور ایک مسِ شیطان سے۔ تمام نیک اور راستباز لوگوں کی اولاد مسِ روح القدس سے ہوتی ہے۔ اور جو اولاد بدی کا نتیجہ ہوتی ہے وہ مسِ شیطان سے ہوتی ہے۔ تمام انبیاء مسِ روح القدس سے پیدا ہوئے تھے مگر چونکہ حضرت عیسیٰ کے متعلق یہودیوں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ وہ نعوذ باللہ ولد الزنا ہیں اور مریم کا ایک سپاہی پنڈارا نام کے ساتھ تعلق ناجائز کا ذریعہ ہیں اور مسِ شیطان کا نتیجہ ہیں۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمے سے یہ الزام دور

کرنے کے واسطے اُن کے متعلق یہ شہادت دی تھی کہ اُن
کی پیدائش بھی مسِ رُوح القدس سے تھی۔ چونکہ ہمارے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کے متعلق کوئی
اس قسم کا اعتراض نہ تھا۔ اسی واسطے اُن کے متعلق ایسی
بات بیان کرنے کی ضرورت بھی نہ پڑی۔ ہمارے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین عبد اللہ اور آمنہ کو تو پہلے
ہی سے ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اُن کے
متعلق ایسا خیال و گمان بھی کبھی کسی کو نہ ہوا تھا۔ ایک
شخص جو مقدمہ میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اس کے
واسطے صفائی کی شہادت کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن
جو مقدمہ میں گرفتار ہی نہیں ہوا اس کے واسطے صفائی
کی شہادت کی ضرورت ہی نہیں۔

حدیث قرآن پر مقدم نہیں

ایک اور غلطی مسلمانوں کے درمیان ہے کہ وہ
حدیث کو قرآن شریف پر مقدم کرتے ہیں حالانکہ یہ غلط
بات ہے۔ قرآن شریف ایک یقینی مرتبہ رکھتا ہے
اور حدیث کا مرتبہ ظنی ہے۔ حدیث قاضی نہیں بلکہ قرآن
اس پر قاضی ہے۔ ہاں حدیث قرآن شریف کی تشریح ہے
قرآن شریف کے سمجھنے کے واسطے حدیث ضروری ہے۔
قرآن شریف میں جو احکام الٰہی نازل ہوئے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اُن کو عملی رنگ میں ادا کر کے دکھا دیا اور
ایک نمونہ قائم کر دیا۔ اگر یہ نمونہ نہ ہوتا تو اسلام سمجھ میں نہ
آ سکتا لیکن اصل قرآن ہے۔

غرض اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو کہ ان لوگوں
میں پائی جاتی ہیں جس سے خدا تعالیٰ ناراض ہے اور جو
اسلامی رنگ سے بالکل مخالف ہیں۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ
اب ان لوگوں کو مسلمان نہیں جانتا جب تک کہ وہ غلط
عقائد کو چھوڑ کر راہِ راست پر نہ آجاویں اور اس
مطلب کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے مامور
کیا ہے کہ میں ان سب غلطیوں کو دور کر کے اصلی
اسلام پھر دنیا میں قائم کر دوں۔

یہ فرق ہے ہمارے درمیان اور ان لوگوں
کے درمیان۔ ان کی حالت وہ نہیں رہی جو اسلامی
حالت تھی۔ یہ مثل ایک خراب اور نکمے باغ کے ہو گئے
ان کے دل ناپاک ہیں اور خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ایک
نئی قوم پیدا کرے جو صدق اور راستی کو اختیار
کر کے سچے اسلام کا نمونہ ہو ✦
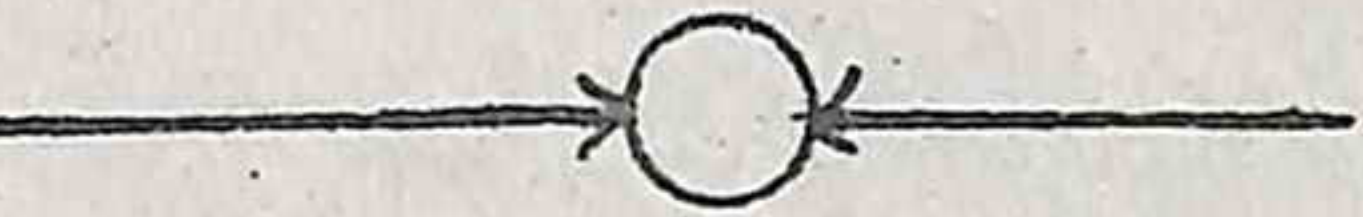
اے لوگو عیشِ دُنیا کو ہرگز وفا نہیں

کیا تم کو خوفِ مرگ و خیالِ فنا نہیں

ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو

نفسِ دنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو

(درّثمین)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے چند تازہ

ارشاداتِ عالیہ

(پیش کردہ محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی)

ایک احمدی دوست نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں لکھا کہ میری آمد کم ہے۔ کچھ رقم میں نے پس انداز کی ہے تاکہ ملازمت کے بعد بنیان اور جراب وغیرہ بنانے کا کام شروع کر کے اپنی آمد میں اضافہ کروں۔ حضور مشورہ عطا فرمائیں۔ حضور نے فرمایا "اگر تجربہ ہے تو ضرور کریں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے۔"

ایک نوجوان نے لکھا کہ میرا دل احمدیت کی طرف مائل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ احمدیت اختیار کرنے پر بہت مخالفت ہو گی۔ دقتوں کے پیش آنے کا بہت امکان ہے۔ میں بجلی کا کام کرتا ہوں۔ اور جس استاد سے میں نے کام سیکھا ہے اُسی کی دُکان پر -/۴۰ روپے ماہوار پر کام کرتا ہوں۔ حالانکہ اب فن کے لحاظ سے میں اس قابل ہوں کہ میری تنخواہ -/۵۰ روپے ماہوار ہو۔ مجھے حجاب ہے کہ اپنے استاد کی دکان پر کام چھوڑ کر کسی اور جگہ کام کرنے سے استاد ناراض ہوں گے۔ میں استاد کے حق کو بھی سمجھتا ہوں لیکن اب مجھے بہت سی مالی دقتیں بھی درپیش ہیں۔ کیا میں کسی دوسرے شہر میں جا کر اپنا علیحدہ کام نہ شروع کر دوں۔ حضور نے فرمایا "اگر کوئی اچھا کام ملے تو کر لیں لیکن جب تک مل نہ جائے لگی ہوئی نوکری چھوڑنی نہیں چاہیئے۔"

ایک احمدی نوجوان نے اپنے مخلص والد صاحب کی خدماتِ سلسلہ سے اطلاع دیکر لکھا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں اور دعا کی درخواست کی۔ حضور نے فرمایا "اللہ تعالیٰ آپ کو یہ صدمہ برداشت کرنے اور اپنے والد صاحب کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔"

ایک مخلص خاندان کی بچی نے لکھا کہ اُن کے والد پاکستان سے باہر ہیں۔ وہ خود پاکستان میں ڈاکٹری تعلیم کے پہلے سال میں پڑھ رہی ہے۔ امتحان عنقریب ہونے والا ہے۔ والد صاحب کا خط آیا ہے کہ بغیر امتحان دیئے فوراً اُن کے پاس چلی آؤ۔ مجھے ڈاکٹری تعلیم میں بہت دلچسپی ہے اور اسی شوق کی وجہ سے کالج میں داخل ہوئی تھی۔ اب فوراً جانے سے پڑھائی کا سال بھی ضائع ہو گا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ ادھر والدین کے ارشاد کا بھی

خیال ہے کہ وہ ناراض نہ ہوں۔ حضور مشورہ عطا فرمائیں۔ حضور نے فرمایا "بہرحال والدین کی اطاعت کرنی چاہیئے"۔

ایک نومسلم نوجوان نے لکھا کہ اُس کے چھوٹے چھوٹے پانچ بچے ہیں۔ بیوی فوت ہو چکی ہے۔ نہ میری ماں اور نہ ہی بہن زندہ ہے کہ وہ بچوں کا خیال رکھ سکے۔ ایک جگہ شادی کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس عرصہ میں میری ہونیوالی بیوی کے بھائی کے متعلق بعض نازیبا حرکات کا مشاہدہ ہوا ہے جس کی وجہ سے اس خاندان میں رشتہ کرنے سے طبیعت رُک رہی ہے۔ حضور مشورہ عطا فرمائیں کہ اس خاندان میں رشتہ کی کوشش کروں یا نہ کروں۔ فرمایا "دعائے استخارہ کر لیں۔ ممکن ہے لڑکی اچھی ہو"۔

ایک نوجوان طالب علم نے لکھا کہ اسے دائمی قبض رہتی ہے۔ بہت تکلیف ہے۔ حضور کوئی نسخہ بتائیں۔ فرمایا "بادام روغن استعمال کر کے دیکھیں"۔

انگلینڈ سے ایک نوجوان نے لکھا کہ اُن کے ایک دوست نے توجہ دلائی ہے کہ سورۃ یٰسین میں "مبین" کا لفظ سات بار آتا ہے۔ اگر پہلی دفعہ مبین کا لفظ آنے پر دعا کی جائے اور پھر از سرِ نو یٰسین پڑھنی شروع کی جائے اور دوسرے "مبین" کے لفظ آنے پر پھر دعا کی جائے۔ اسی طرح سات مرتبہ "مبین" کا لفظ آنے پر دعائیں کی جاتی رہیں تو ایسی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اسی طرح سے ساتویں مرتبہ یٰسین کو ختم کیا جاوے۔ کیا ایسا کرنا درست ہے

اسکی بیوی امتحان میں فیل ہو گئی تھی اب امتحان دیا ہے اس کیلئے دعا کی ضرورت ہے۔ فرمایا "اللہ تعالیٰ کامیاب کرے۔ سورۃ یٰسین کی تلاوت بے شک کثرت سے کریں مگر یہ طریق درست نہیں ہے۔ دعا کا اصل مقام نماز میں ہے (جبکہ بندہ اپنے اللہ کے حضور کھڑا ہوتا ہے)

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ اخبار الفضل کے اندر کے صفحہ پر "نیوگنی" لکھا ہے اور مضمون میں وہاں کی کامیابیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ تعبیر کے طور پر حضور نے فرمایا "انشاء اللہ وہاں احمدیت پھیلے گی"۔

ایک نوجوان نے حضور سے دریافت کیا کہ انکو کوئی وظیفہ نماز کے بعد پڑھنے کے لئے بتائیں کیونکہ اُن کی والدہ مصر ہیں کہ وہ آپ کا بتایا ہوا وظیفہ ہی پڑھیں گی۔ حضور نے فرمایا۔ کثرت سے درود پڑھا کریں اور لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین بھی پڑھیں"۔

ایک غیر احمدی نوجوان نے درخواست کی کہ حضور اُن کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کسی طرح اُن پر احمدیت کی صداقت منکشف کر دے۔ بہت دعا کرتا ہوں خدا کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملتا۔ فرمایا "دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کا دل صداقت کیلئے کھول دے۔ رات کو دعا اور استخارہ کر کے سویا کریں اور یہی دعا مانگیں کہ جو صداقت ہو وہ مجھ پر کھل جائے"۔

۳۰ - ۵/۶۴

خاص خالد کیلئے

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا آخری سفر

بعض چشمدید حالات و واقعات

(از حضرت قاضی محمد ظہور الدّین صاحب اکمل مدّ ظلّہٗ)

جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور تشریف لے گئے اور میری طبیعت گھبرائی تو میں نے ایک نظم میں عرضِ حال کیا جس کا ایک شعر تھا ؎

اپنے اکمل کو بُلا لیجئے جلدی حضرت
دیکھنا چاہتا ہے وہ بھی مکانِ لاہور

حضور انور نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب سے فرمایا "ان کو بُلا لیا جائے"۔ چنانچہ انہوں نے مجھے منظوری کا خط لکھا اور ساتھ ہی یہ بھی کہ رجسٹر، خریداروں کی چٹیں، ضروری کاغذات مع کاتب لے کر آئیں تا بدر لاہور سے شائع کرنے کا انتظام بھی فوری کیا جائے۔ خاکسار دوسرے تیسرے روز حاضر ہو گیا۔ ڈیکلریشن اخبار کا انتظام پنجاب سماچار کے ذریعے کیا گیا۔ اُن ایام میں حضورؑ نے پیغام صلح نام سے ایک رسالہ لکھنا شروع کیا تا ہندو مسلم اتحاد پائیدار اور مستحکم ہو کر امن قائم رہے۔ رؤسا اور اکابر شہر کی دعوت کی گئی جس میں کھانے سے پیشتر حضورؑ کی تقریر دلپذیر ہوئی جو خاکسار کو لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی اور "البلاغ المبین" کے نام سے چھاپی گئی۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہوی کو ایک مباحثہ کی اجازت دینے سے پہلے حضورؑ نے یہ ہدایت کی کہ بنیادی بات وفات مسیح ابن مریم ہے سب سے اوّل اسی کا تصفیہ ہو پھر جمہور اہل اسلام جو مسیح موعود کی آمد کے منتظر ہیں اس بارے میں آیاتِ قرآن و احادیث رسول کے صحیح معانی سمجھ سکیں گے اور ظاہر ہو جائے گا کہ آنے والا اسی اُمتِ محمدیہ کا ایک فردِ کامل ہے۔ یہ لوگ ان بنیادی امور کے تصفیہ کے بغیر فروعی اعتراضات کرنے شروع کر دیتے ہیں یہ نہیں ہونا چاہیئے۔

مَیں نے گو لیکھی لکھ دیا تھا وہاں سے میرا بھائی مولوی محمد نور الدین بھی پہنچ گیا اور ساتھ میرے ماموں اور رشید احمد ارشد کو لایا جو اسی مہینے آٹھ نو سال کی عمر میں یتیم رہ گیا تھا اور اس کی والدہ کی درخواست تھی کہ حضورؑ اس کے سر پہ دستِ شفقت رکھیں۔ مَیں نے یہ عرضی پیش کر دی اور آپؑ نے سر پہ ہاتھ رکھا۔ یہی آخری نماز اور صحبت تھی جس کا مجھے سان گمان بھی نہ تھا کہ پسِ پردۂ تقدیر کیا ہونیوالا ہے۔ حضورؑ شام کو سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پہ کھانا کھایا۔ اسہال کا دورہ تو پہلے ہی سے تھا۔ رات

حضرت مفتی صاحب رضؓ جو اکثر پڑھے لکھے صاحب لوگوں کو تبلیغ کے لئے ملنے جایا کرتے تھے مجھے بھی ساتھ لے گئے اور ہم گیارہ بارہ بجے واپس آئے تو جلد ہی دو بجے کے قریب مفتی صاحب رضؓ کو بلایا گیا۔ آپ نے مجھے کہا کہ کوئی الہام وغیرہ ہوگا یا رسالہ زیرِ تالیف کے متعلق۔ مَیں جلد واپس نہ آیا تو آپ صبح پنجاب سماچار والوں سے اخبار کی طباعت کے متعلق تمام امور طے کر کے آئیں۔ تین بجے تہجد کے لئے بیدار ہونا اور اوّل وقت نماز فجر تو ہمارا معمول تھا اُس وقت پیغام پہنچا کہ حضورؑ کی طبیعت بہت ناساز ہے دعا کی جائے۔ نماز کے بعد پھر یہ پیغام آیا کہ دعا کی جائے جس سے فکر پیدا ہوا۔ مگر تفصیل نہ معلوم ہوئی کہ کیا حالت ہے اور کیا علالت۔ پھر مَیں تو پنجاب سماچار کے دفتر چلا گیا وہاں اُسکے مالک سے بہت دیر کے بعد ملاقات ہوئی اور ضروری امورِ طباعت طے کئے۔

جب مَیں واپس آیا تو منظر پریشان کن تھا۔ اِدھر اُدھر بعض احباب آجا رہے تھے۔ مَیں جس کمرے میں حضورؑ فروکش تھے اُس کے برآمدے میں گیا۔ اتنے میں مفتی صاحب رضؓ اندر سے نکلے۔ مَیں نے کہا کیا بات ہے؟ تو وہ بغیر کچھ زبانی کہنے کے بازو سے پکڑ کر مجھے اندر لے گئے۔ وہاں حضورؑ ایک چارپائی پر چادر میں لپٹے تھے اور چہرۂ مبارک کھلا تھا۔ مجھ پر خود رفتگی سی طاری ہو گئی اور مَیں اپنا سرِ نیاز جبینِ مبارک تک لے گیا۔ مفتی صاحب آئے اور مجھے بازو سے پکڑ کر باہر لے آئے اور مَیں مبہوت سا ہو کر رہ گیا۔ اور ساتھ ہی گلی سے دوسری جانب جس کمرے میں اُترا ہوا تھا وہاں اسی عالمِ خود رفتگی میں پہنچا۔ وہاں میر مہدی حسین صاحب بمع کتب کے پروف ریڈر بعد میں آئے یا پہلے ہی بیٹھے تھے۔ یکدم میری حالت متغیر ہوئی اور مَیں نے اونچی آواز سے رونا شروع کر دیا۔ مفتی صاحب بھی آگئے۔ میر صاحب کہنے لگے یہ کیا بچوں کی سی چیخ و پکار ہے مفتی صاحب رضؓ نے کہا اسے اپنے ہادی، اپنے مسیح و مہدی کی جدائی کا صدمہ ہے اور یہ کہتے ہوئے خود اُن کی آواز بھرا گئی اور ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ تھوڑی دیر خاموشی کا عالم طاری رہا۔ پھر مَیں باہر نکلا سڑک پر لوگوں کے ہجوم اِدھر اُدھر آجا رہے تھے اور مختلف آوازے کسے جا رہے تھے۔ ایک سوانگ بھی نکالا گیا۔ چارپائی کی دو اَن کی طرف ایک لاش سی رکھی اور "ہائے مرزا" کرتے جاتے۔ اتنے میں پولیس آگئی اور اُس نے سڑک سے ہجوم کو ہٹا دیا اور آمد و رفت پر پابندی لگا دی۔ تمازتِ آفتاب یانی نایاب۔

حضورؑ کے جسدِ مطہّر کو غسل دے کر کفن پہنا دیا گیا اور حاضر الوقت احباب نے نماز جنازہ بھی ادا کی۔ ریل پر سفر کے لئے سرٹیفکیٹ بھی حاصل کر لیا گیا اور برف بھی کافی وزن میں اور صندوق بھی مہیا کر لیا گیا۔ جنازہ چارپائی پر (جہاں تک مجھے یاد ہے) سٹیشن پر چار بجے کے قریب لیجایا گیا۔ رستہ میں کچھ مخالفانہ اور معاندانہ آوازیں سنائی دیتی تھیں مگر بہت کم۔ ہم کچھ افراد پیچھے پیچھے آرہے تھے مَیں نے دیکھا کسی دفتر سے دو چار بابو ہندو آرہے تھے وہ ایک طرف ادب سے کھڑے ہو گئے۔ ان کی اس شرافت کا اثر مجھ پر بہت ہوا۔ سٹیشن پر جنازہ تو دوسری طرف سے ایک مقررہ ویگن میں بعد ضروری کارروائی کے رکھوا دیا مگر

بیا آگے نہ جا سکا بلکہ تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لے کر جب میں شام کے بعد گیٹ سے گزرنے لگا تو ٹکٹ کلکٹر نے مجھے روک دیا۔ مجھے سٹیشن اور مختلف پلیٹ فارموں کی واقفیت نہ تھی میں حیران پریشان بیٹھ گیا۔ حضرت مفتی صاحبؓ کو جب معلوم ہوا تو ایک نوجوان کو بھیجا جو مجھے اندر لے گیا۔ گاڑی جس میں جنازہ تھا جا چکی تھی۔ اس کے بعد ایک گاڑی چلتی تھی جو تھرو امرتسر پہنچتی تھی اس میں ہم سوار ہو کر امرتسر پہنچ گئے۔ آگے بٹالہ جانے والی گاڑی تیار تھی۔ اسی میں حضورؑ کا جنازہ تھا۔ اس میں سوار ہو کر بٹالے پہنچے۔ جنازے والا ویگن الگ کر لیا گیا تھا۔ مَیں اور بعض دوسرے احباب اسی پلیٹ فارم پر پڑے رہے۔ قادیان سے بھی کچھ دوست اور طالب علم پہنچ گئے تھے اور ساتھ ہی لاہور و امرتسر سے کئی بھائی آئے تھے۔

سحری کے وقت جنازہ کندھوں پر اٹھا کر پیدل ہی قادیان لے گئے۔ جو ضعیف یا مستورات تھیں وہ صبح روانہ ہوئیں۔ مجھے بھی حضرت مفتی صاحبؓ کی سفارش سے مکرم مفتی فضل الرحمٰن صاحب کی اہلیہ کے یکہ پر آگے یکہ بان کے ساتھ بیٹھ کر پہنچنے کا موقع مل گیا۔ وہاں اس مکان کے صحن میں جو زلزلہ کے دنوں میں بنوایا گیا تھا آخری زیارت کا شرف رجال و نساء نے حاصل کیا۔ اتنے میں باغ سے باہر شمالی جانب جو حصہ آم کے درختوں کا حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ سے منسوب تھا کنوئیں کے پاس ایک آم کے درخت کے نیچے ایک چارپائی بچھائی گئی جس پر مولوی محمد احسن صاحب امروہوی بیٹھے۔ حضرت حکیم الامت مولانا نور الدین صاحبؓ بھی آ گئے۔ پھر حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے ایک دستاویز سے عبارت پڑھ کر سنائی۔ جس میں مرقوم تھا کہ ہم حسب وصایا و مشورہ ممبران صدر انجمن و بہ اتفاق اہل بیت و اجازت سیدہ ام المومنین مولانا نور الدین صاحب کو جانشین و خلیفہ حضورؑ منظور کرتے ہیں۔ سب پرانے اور نئے احمدی ان کی بیعت کریں اور ان کا حکم ایسا ہی قابل تسلیم ہوگا جیسا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ میری دید کے مطابق سب سے پہلے مولوی محمد احسن صاحبؓ نے ہاتھ بڑھائے پھر سب حاضر الوقت نے (دوسری بار بیعت بعد میں ہوئی) پھر جنازہ اس قبرستان تک پہنچایا گیا جس کی نشاندہی حضورؑ نے ایک بار میرے سامنے کی۔ صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کی قبر کے قریب ہی۔ فرمایا کہ یہاں مَیں نے قبر دیکھی جو چاندی کی تھی۔ آپ کے جسد اطہر کو لحد میں نہیں رکھا گیا جو قبر کے ایک طرف ہوتی ہے بلکہ درمیان میں۔ مَیں وہاں موجود نہ تھا خاص خاص لوگ تھے یا جو جرأت کر کے اِکّا دُکّا پہنچ گئے۔ مَیں تو بے بلائے ابتدا ہی سے جھجک محسوس کرتا ہوں۔ غرض اس کے بعد احباب و اصحاب پر ایک سکینت سی قلوب پر نازل ہوئی اور وہ اُداسی اور پریشانی سی بہت حد تک دُور ہو گئی۔ باوجود الہامات "مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار" اور "مباش ایمن از بازیٔ روزگار" اور "الرحیل ثم الرحیل" اور "ان کی نعش کو کفن میں لپیٹ کر لائے" ہمارے وہم و گمان میں بھی کبھی یہ نہیں آیا کہ یہ سانحہ ہونے والا ہے۔ ایسا ہی بیعتِ خلافت کے بعد یہ بات کبھی خیال میں نہ آئی کہ انعقادِ خلافتِ احمدیہ پر اعتراض اٹھائے جائیں گے۔ یا الوصیت کے الفاظ کی مختلف توجیہات ہوں گی۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر معاً بعد صحابہؓ کا سب سے پہلا اجماع سب انبیاء کے وفات یافتہ ہونے پر ہوا۔ اسی طرح بروز و ظل خاتم الانبیاء مسیح موعودؑ کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے اجراء پر جبکہ قلوب مومنین ہر طرح سے مثل آئینہ صاف و شفاف تھے۔

میں نے اپنی یاد کے مطابق یہ واقعات لکھے ہیں اور اپنے دلی جذبات کو عبارت آرائی سے دیدہ و دانستہ ظاہر نہیں ہونے دیا۔ چند اشعار آخر میں پیش کرنے سے رہ نہیں سکا۔

جب چودھویں کا چاند ورائے حجاب ہو
قائم مقام حق سے کوئی انتخاب ہو
تحریک یہ دلوں میں اٹھی متفق کہ وہ
چہرے پہ جس کے نور لجبہ آب و تاب ہو

اے نور دیں خلافتِ احمد کے باب ہو
قدرت خدا کی۔ ہادیٔ راہِ صواب ہو
ہر کس ہو نورِ دیں تو نورانی ہو جہاں
دنیا مثالِ خلد بریں مستطاب ہو

اکمل ہے ایک ذرّہ ناچیز ربوہ میں
اُس پہ نگاہِ لطفِ منوّر جناب ہو

ناچیز محمد ظہور الدین اکمل عفا اللہ عنہ
۲۱ر مئی ۶۲ء

ایک تبلیغی مذاکرہ (از ص ۳۱)

غیر احمدی۔ میں مانتا ہوں کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں۔

احمدی۔ آپ کے ہاتھ میں قرآن مجید ہے کیا آپ دل سے کہتے ہیں کہ مسیح ناصری فوت ہو گئے ہیں۔

غیر احمدی۔ آپ اس سوال کا جواب دیں کہ کوئی شاگرد بھی نبی ہو سکتا ہے۔

احمدی۔ کیا قرآن مجید میں یہ معیار موجود ہے کہ جو کسی کا شاگرد ہو یا حج نہ کرے وہ نبی نہیں ہو سکتا یا آپ کے دماغ کی اختراع ہے۔ قرآن مجید سے معیار بیان کریں۔ اگر شرائط حج۔ زکوٰۃ۔ روزہ نہ پائی جائیں تو اذا فات الشرط فات المشروط۔ ویسے حضرت مسیح موعود کا حج بدل حافظ احمد اللہ صاحب نے کیا تھا۔ حج کے لئے صحت، دولت اور راستہ کا امن ضروری ہے جیسے زکوٰۃ کیلئے نصاب۔ قرآن مجید میں قال له موسیٰ هل اتبعك علىٰ ان تعلّمن ممّا علّمت رشدًا۔ لفظ اتبعك اور تعلّمن ممّا علّمت رشدًا پر غور کریں نیز بخاری شریف میں تعلم العربیة من جرهم حضرت اسمٰعیلؑ نے عربی تعلیم جرہم قبیلہ سے سیکھی۔

اگر ابن مریمؑ چوتھے آسمان پر زندہ ہیں تو وہی آئیں گے لیکن اگر فوت ہو چکے ہوں تو کیسے آئیں گے۔ آج ۲ مئی ۱۹۶۲ء تک تقریباً ۲ ہزار سال ہو چکے ہیں اس عرصہ میں وہ نہ تھکے ہیں اور نہ بوڑھے ہوتے ہیں۔ پھر عیسائیوں اور آپ کے عقیدہ میں کیا فرق رہ گیا؟

غیر احمدی۔ اچھا پھر کبھی گفتگو ہو گی۔

ہم نہیں آتش نمرود میں جلنے والے

(محترم شیخ روشن دین صاحب تنویر)

خود بدلتے نہیں اوروں کو بدلنے والے

ایسے سکّے بھی کہیں ہوتے ہیں چلنے والے

تم بدل جاؤ زمانہ بھی بدل جائے گا

کل کے لیڈر بھی تمہیں سے ہیں نکلنے والے

ہم براہیم کے بیٹے ہیں کھلائیں گے چمن

ہم نہیں آتشِ نمرود میں جلنے والے

غیر ذی زرع جو ہیں وادیاں ہونگی شاداب

دامنِ ربوہ سے چشمے ہیں اُبلنے والے

وہ ہمالہ بھی کھڑا راہ میں کردیں تنویرؔ

ہم ہیں تقدیرِ خدا ہم نہیں ٹلنے والے

ایک عظیم الشان رؤیائے نبوی کے روحانی پہلو کا ظہور

(محترم مولانا عبد اللطیف صاحب بہاولپوری - ربوہ)

قرآن حکیم وہ دلربا کتاب ہے جس کی شان میں ہے اللہ نزل احسن الحدیث کتابًا متشابہًا مثانی۔ یعنی یہ وہ بہترین کلام ہے جو بصورت کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُتارا گیا ہے جس کے مضامین ایک طرف نہایت دلکش شکل میں مربوط اور منتظم ہیں۔ دوسری طرف اس کی پیشگوئیاں مثانی کا رنگ رکھتی ہیں جو متعدد مواقع پر مختلف اوقات میں ملتے جلتے واقعات کے رنگ میں ظہور پذیر ہو کر اپنے زمانہ میں اس کی مثنیٰ نقلیں (Duplicates) پیش کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر میں اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس رؤیا کو پیش کرتا ہوں جس کا تذکرہ قرآن مجید میں یوں آتا ہے۔ لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین محلقین رؤسکم و مقصرین لا تخافون (سورۃ الفتح ع۴) اس رؤیا کی ایک تعبیر تو وہ تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ظہور پذیر ہوئی۔ جبکہ مؤمنین مسجد حرام میں ظاہری طور پر بلا خوف و خطر فاتحانہ طور پر داخل ہوئے۔ مگر اس رؤیائے نبوی کی ایک دوسری تعبیر بھی تھی جو آخری زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کے دور میں روحانی رنگ میں آپ کے بروز مسیح موعود مہدی معہود کے ذریعہ پوری ہونے والی تھی۔

حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اُمتِ مسلمہ کو جو خلافتِ اسلامیہ جیسی اعلیٰ نعمت سے نوازا گیا تھا اور جو روحانی طور پر اُمت کے اتحاد کے لئے مسجد حرام کا درجہ رکھتی تھی۔ جب کچھ عرصہ کے بعد اُمت کے بعض ناخلف نوجوانوں نے اس نعمتِ الٰہی کی ناقدری کی اور اُن کے کرتوتِ بد سے دائرہ اسلام میں فتنہ و فساد کی آگ اس حد تک بھڑک اُٹھی جس سے کشتی اسلام کے چلانے والے خلفائے راشدین جیسے مقدس وجود بھی اس کی زد سے بچ نہ سکے۔ تب اس نعمتِ الٰہی کی ناشکری کے باعث مسلمانوں کو اس مسجد حرام (نظامِ خلافت) سے نکال دیا گیا اور حسب ارشاد نبوی اُمت کو خلافت سے محروم کر کے اُن پر جابرانہ ملوکیت کا دور مسلط کر دیا گیا۔ جیسا کہ فرمایا تھا الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم یکون ملکًا عضوضًا (مشکوٰۃ) خلافت کے اُٹھ جانے پر اس دورِ ملوکیت میں مسلمانوں کی زبوں حالی روز بروز بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ فیج اعوج کا وہ دور بھی آیا جبکہ کفر و شرک کی طاقتوں، دجالی حکومتوں نے اسلامی حکومتوں پر اس قدر زبردست

پھر مار کی اور اپنے سیاسی و اقتصادی پنجۂ اقتدار سے مسلمانوں کی ایسی گرفت کی جس سے نکلنا دنیوی سامانوں کی رو سے اُن کے لئے ناممکن ہو گیا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے متعلق پیشگوئی فرمائی تھی کہ اس وقت اُن سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہیں ہو گی۔ لایدان لاحدٍ بقتالھم (صحیح مسلم) مگر باوجود اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو اس کی زبوں حالی کی وجہ سے مایوس نہیں ہونے دیا بلکہ فیج اعوج کے ایسے خطرناک زمانہ کے آنے پر اُمت کو یہ خوشخبری بھی سُنا دی کہ کیف تھلک امۃ انا اولھا و عیسی بن مریم اٰخرھا (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۳) وہ اُمت کیونکر ہلاک ہو سکتی ہے جس کے اوّل میں نبی ہوں اور آخر میں عیسٰے ہو گا۔ گویا مسیح موعود اُمت کی حفاظت کے لئے بطور تعویذ ہو گا۔ آپ کے ذریعہ اُمت کو خلافتِ اسلامیہ کا وہ گم گشتہ فردوس جس سے اُمت محروم ہو چکی تھی، وہ مسجد حرام جس سے مسلمانوں کو سزا کے طور پر نکال دیا گیا تھا آپ کے ساتھ وابستہ ہونے پر اور آپ کی پیروی کرنے پر دوبارہ انہیں اس میں داخل ہونے کا شاندار موقع مل جائیگا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ ثم تکون خلافۃ علی منھاج النبوۃ (مشکوٰۃ کتاب الفتن) کہ منہاجِ نبوۃ والی خلافت کا دَور آپ کی بعثت کے بعد پھر چل پڑے گا۔ پس حدیث بالا کا اصل منبع اگر آپ قرآن حکیم میں تلاش کرنا چاہیں تو سورۂ فتح کی آیت بالا میں آپ کو یہ مضمون بخوبی مل سکے گا۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت وما جعلنا الرؤیا التی ارینٰک ..... والشجرۃ الملعونۃ فی القراٰن میں بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کو اور مسیح موعود علیہ السلام کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ چونکہ طواف مسجد حرام میں داخل ہو کر کیا جاتا ہے اس میں اشارہ تھا کہ ایک وقت دجال مسلمانوں کی جنت میں گھس کر فتنہ پھیلائے گا اور مسیح موعود علیہ السلام اس فتنہ کا قلع قمع کر کے دجال کو اس جنت سے نکال کر دم لے گا۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں کہ ازل سے یہ مقدر تھا کہ شیطان کے ساتھ دو دفعہ جنگ ہو گی۔ پہلی جنگ میں تو شیطان نے آدم کو جنت سے نکال دیا تھا۔ دوسری جنگ میں مسیح موعود شیطان پر غلبہ پا کر اُسے جنت سے نکال دے گا۔ اس وقت آسمانی حربہ سے دجال قتل کیا جاوے گا۔ (دیکھو خطبہ الہامیہ حاشیہ ما الفرق بین اٰدم والمسیح الموعود صفحہ ۱)

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے بشارت پا کر فرمایا کہ جب دجال ہلاک ہو گا تو اس کے بعد قیامت تک پھر کوئی دجال نہیں ہو گا۔ "اذا ھلک الدجال فلا دجال بعدہ الی یوم القیامۃ امر من لدن حکیم علیم و نبأ من عند ربنا الکریم۔ و بشارۃ من اللہ الرؤف الرحیم۔" (تحفہ گولڑویہ طبع اول صفحہ ۵۹)

وہ مقدس نفوس جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

لشکرِ رحمانی میں شامل ہو کر احیاءِ اسلام کے فریضہ کی
بجاآوری میں مشغول ہوں گے اُس وقت انہیں اس
روحانی فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے ایک روحانی احرام
بھی باندھنا ہوگا۔ جس طرح احرام میں دنیاوی تکلفات
اور لباسہائے فاخرہ کو چھوڑ کر گویا ایک سادہ سا کفن
اوڑھنا پڑتا ہے۔ اسی طرح اس الٰہی لشکر کو بھی زندگی
کے تکلفات چھوڑ کر جانی اور مالی قربانیوں کے بھڑکتے
تنور میں داخل ہونا پڑے گا۔ یہ گویا اس مسجد حرام میں
داخلہ کا ٹکٹ ہوگا۔ جیسا کہ دوسری جگہ تصریحاً فرمایا گیا
ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ
اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ
(توبہ ع۱۴) اور سورۂ محمدؐ میں اشارۃً پیشگوئی
فرمائی کہ اس زمانہ میں دوسرے نام نہاد مسلمان دنیا کے
دھندوں میں اتنے منہمک ہوں گے کہ فریضۂ اسلام کی
بجاآوری کے لئے انہیں فرصت ہی نہیں مل سکے گی۔ وَ
اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْا
اَمْثَالَکُمْ (محمدؐ ع۱)

اس وقت خطۂ ارضی پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کی ہی ایک جماعت ہوگی جو دینی قربانیوں میں صحابہ کرامؓ
کے نقشِ قدم پر چلتے ہوں گے اور انہیں کے رنگ میں
رنگین ہو کر فَمِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَ مِنْھُمْ
مَّنْ یَّنْتَظِرُ کا نمونہ پیش کریں گے۔ چنانچہ آیت
میں آگے مُحَلِّقِیْنَ رُؤُسَکُمْ وَ مُقَصِّرِیْنَ
کے الفاظ سے ان کی اِن دو قسم کی قربانیوں کی طرف
اشارہ ہے۔ مُحَلِّقِیْنَ رُؤُسَکُمْ میں ان واقفینِ
زندگی طیورِ ابراہیمی، کی طرف اشارہ ہے جو اپنے
تمام علائق وطنی، قومی، جانی اور مالی سے منقطع ہو کر
فریضۂ اسلام کی ادائیگی میں منہمک ہو جائیں گے۔
اور مُقَصِّرِیْنَ میں ان نفوس کی طرف اشارہ ہے
جو اس پہلے گروہ کی نسبت سے دوسرے نمبر پہ رہتے
ہوئے مرکز کی تحریکوں میں حصہ لے کر اشاعتِ اسلام
کے کام میں ان کا ہاتھ بٹانے والے ہوں گے۔ چنانچہ
اسی مضمون کے متعلق اگلی آیت کے الفاظ رُکَّعًا سُجَّدًا
میں بھی اسی قسم کا اشارہ ملتا ہے۔ فتدبر! +

صدر مجلس کا خدام سے خطاب (از صفحہ ۲۸)

اس سے وفاداری کر کے صرف اپنی جانوں پر رحم کرنے
والے ہوں گے نہ کہ خلیفہ پر کوئی احسان۔ آپ نے فرمایا
کہ مجھے یقین ہے کہ جو لوگ خلیفہ کے ساتھ غداری
کریں گے۔ خدا تعالیٰ ان کو ذلیل و نامراد کرے گا۔
اس سے پہلے پیغامیوں اور دوسرے مخالفوں کا انجام
ہمارے سامنے ہے۔

آخر میں آپ نے فرمایا کہ ہماری خدا تعالیٰ سے
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ کی بلند راہوں پر چلنے
کی توفیق عطا فرمائے اور خدا تعالیٰ کی توحید اور
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور سُنّت کو
زندہ رکھنے کے لئے ہم اپنی جانیں، مال اور دیگر
چیزیں بھی قربان کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عہد
کے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ہمارے سارے کاموں کی بنیاد تقویٰ پر ہونی چاہیئے

خلافت کے استحکام و حفاظت کے لئے آپ لوگ سینہ سپر رہیں!

صدرِ مجلس کا خدام سے خطاب

محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے لاہور میں منعقدہ عالیہ تربیتی کلاس میں نہایت مفید تربیتی تقاریر فرمائی تھیں۔ آپ کی ایک تقریر گزشتہ شمارہ میں شائع ہو چکی ہے دوسری تقریر کا خلاصہ ہم اس شمارہ میں پیش کرتے ہیں۔ معتمد صاحب مجلس لاہور ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ان قیمتی تقاریر کا خلاصہ تیار کروا کر خالد کو بھجوایا ہے۔ (ادارہ)

قرآن کریم کی چند آیات کی تلاوت کے بعد محترم صدر صاحب نے فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اب ممبران مجلس خدام الاحمدیہ اپنے کاموں میں، نیکی میں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق بڑھانے میں دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے نوجوان اپنے اندر یہ جذبہ رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی خاطر ہر پیاری سے پیاری چیز کو قربان کرنے کے لئے نہ صرف تیار رہتے ہیں بلکہ اس کو خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان سمجھتے ہیں کہ انہیں دین کی ایسی خدمت کی توفیق ملی۔

(فالحمد للہ)

محض اللہ کی خاطر

آپ نے فرمایا کہ ہمارے سارے کاموں کی بنیاد تقویٰ پر ہونی چاہیئے۔ اگر ہمارے کاموں کی بنیاد تقویٰ پر نہ ہو اور وہ محض للہ نہ ہوں بلکہ کسی ذاتی منفعت یا وجاہت کی بناء پر ہوں تو ان کا کوئی فائدہ نہیں۔ خواہ کتنے بڑے کام کیوں نہ کئے جائیں جب تک ان کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول نہ ہو خدا تعالیٰ کے نزدیک قابلِ قبول نہیں۔ فرمایا کہ جس مقصد کو لے کر ہم کھڑے ہوئے ہیں وہ اتنا بڑا ہے کہ اگر ساری دنیا بھی اس طرف لگ جائے تب بھی اگر خدا تعالیٰ کا فضل شاملِ حال نہ ہو تو وہ حاصل نہیں

ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک چھوٹی سے چھوٹی بدعادت
کو چھوڑنا بھی آسان نہیں ہوتا لیکن ہمارا مقصد صرف ان
عادتوں سے چھٹکارا پانا ہی نہیں بلکہ ہم میں سے ہر ایک کا
فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے ماحول میں لوگوں کی بدعادات
چھڑا کر نیک اخلاق پیدا کرنے کی تلقین کرے۔ اسکے لئے
ضروری ہے کہ پہلے آپ خود اپنے اندر تقویٰ پیدا کریں
اور ہر کام محض للہ کریں۔ اگر ایک قائد یا زعیم یا کوئی
اور عہدیدار اپنی ذات کو سامنے رکھتا ہے اور یہ چاہتا
ہے کہ اس کی تعریف کی جائے یا اسے کوئی ذاتی منفعت
ہو تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایسے کام کی خدا تعالےٰ
کی نظر میں کچھ قیمت نہیں ہوتی۔

کامیابی کی راہ

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو خدا تعالیٰ کا تقویٰ
اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور اس کے لئے کامیابی کی راہ
پیدا کر دیتا ہے۔ جب بندہ خدا تعالیٰ کا دامن پکڑ لیتا
ہے اور تقویٰ کو بنیاد بنا لیتا ہے تو چاہے راہ میں مشکلات
کے کتنے بڑے بڑے پہاڑ کیوں نہ ہوں خدا تعالیٰ اُس کو
کبھی ناکام نہیں ہونے دیتا۔ کیونکہ وہ نہیں پسند کرتا کہ
اُس کا بندہ جو صرف اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے کام
کرتا ہے ناکام و نامراد ہو۔ بلکہ وہ ایسے ذرائع سے
کامیابی کے سامان پیدا کرتا ہے اور رزق کے ایسے وسائل
مہیا کر دیتا ہے کہ انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے۔

ہمارے سب کاموں کی بنیاد

آپ نے فرمایا کہ آجکل دنیا مادہ پرست ہے اور
ساری کوششیں صرف دُنیا کمانے پر ہی صرف ہوتی ہیں۔
ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے ہماری جماعت کو اس لئے
کھڑا کیا ہے کہ ہم لوگوں کو خالقِ حقیقی کے قرب کی راہوں
سے روشناس کرائیں۔ اگر ہمارے کام بھی محض مادی
ہو جائیں اور ان کے پیچھے خدا تعالیٰ کا تقویٰ نہ ہو تو اس
کا کوئی فائدہ نہیں۔ ان طاقتوں کو جو خدا تعالیٰ نے ہمیں
ودیعت کی ہیں محض دنیا کے لئے لگا دینا ان کا ضیاع ہے۔
دنیا میں بے شمار ایسی سوسائٹیاں اور انجمنیں ہیں جو خدمت
خلق کا کام کر رہی ہیں۔ پھر ہم میں اور ان میں فرق کیا
ہوا؟ فرق یہی ہے کہ ہمارے تمام کام صرف خدا تعالیٰ
کی رضا کے لئے ہوتے ہیں۔ ہم وہی کام کرتے ہیں جن سے
اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال ظاہر ہو۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے
جبکہ ہمارے کاموں کی بنیاد تقویٰ پر ہو۔ اگر ایسا ہو جائے
تو خدا تعالیٰ خود ہمارا حامی اور دستگیر ہو جائے گا اور
ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے چلے جائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کا ایک واقعہ
بیان کیا کہ ایک دفعہ ان کے ساتھ مولوی حسن علی صاحبؓ
ایک دعوت سے واپس آرہے تھے کہ رستہ میں ایک مکان
کی چھت پر چند سوکھی ٹہنیاں نظر پڑیں۔ مولوی حسن علیؓ
نے ہاتھ بڑھا کر اُن میں سے ایک تنکا دانتوں میں خلال
کرنے کے لئے توڑ لیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے فرمایا
کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھے تقویٰ کا وہ بلند مقام

حاصل ہے کہ میں اس تنکا کو توڑنا بھی تقویٰ کے خلاف سمجھتا ہوں۔

صاحبزادہ صاحب موصوف نے اپنا بھی ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ مسجد میں بیٹھے ہوئے میں نے صف میں سے ایک تنکا دانتوں میں خلال کرنے کے لئے توڑ لیا۔ لیکن معاً بعد دل میں سوچا کہ میں نے ایسا کیوں کیا جبکہ صف میری ملکیت بھی نہیں ہے۔ اور پھر یہ خیال میرے دل میں آیا کہ اگر سب لوگ میری طرح صفوں میں سے ایک ایک تنکا توڑ لیں تو اس طرح کتنا قومی نقصان ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا بظاہر صف میں سے ایک تنکا توڑ لینا ایک معمولی سی بات دکھائی دیتی ہے لیکن ایک ایسا شخص جس کے دل میں ذرا سا بھی خیال پیدا ہو کہ اس نے خدا تعالیٰ کو راضی کرنا ہے تو وہ ہر وقت یہی سوچتا ہے کہ اس کی کسی بات سے بھی خدا تعالیٰ ناراض نہ ہو۔ سو ہر کام کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا چاہیئے کہ اس کام کے کرنے سے خدا تعالیٰ راضی ہوتا ہے یا نہیں۔ اور پھر وہی کام کیا جائے جس سے خدا تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

ولایت کا مقام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سب سے بڑا فکر جماعت کو یہ کرنا چاہیئے کہ ان کو تقویٰ کا مقام حاصل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو چاہے ساری دنیا مخالف ہو جائے اس کو کوئی پرواہ نہیں ہونی چاہیئے۔ دیکھو عرب جو اخلاقی اور روحانی لحاظ سے مُردہ ملک تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقویٰ کی وجہ سے ان میں کیسی تبدیلی پیدا ہوئی۔ وہ لوگ جو صدیوں سے مُردہ تھے انکو زندہ کر دیا۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے یہ ظاہر کر دیا کہ وہ مُردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح ہمارا بھی دعویٰ ہے کہ ہم نئی زمین اور نیا آسمان بنانے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم خود نئی زندگی حاصل کریں اور ہمارے سارے کاموں کی بنیاد تقویٰ پر ہو۔ آپ نے تقویٰ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لفظ 'وقاء' سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے کسی چیز کو ڈھال بنا لینا۔ جو شخص تقویٰ کی راہوں پر گامزن ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ اس سے فرماتا ہے اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ یعنی تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں۔ غرض اس شخص کے لئے وہ ڈھال بن جاتا ہے۔ پس تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ سے اپنا ایسا تعلق پیدا کرے کہ اگر کوئی تیر ایسے آدمی کی طرف پھینکا جائے تو خدا تعالیٰ یہ سمجھے کہ یہ تیر میری طرف چلایا گیا ہے۔ ایسا آدمی ولی ہوتا ہے۔

میاں صاحب موصوف نے فرمایا کہ ہماری جماعت میں بھی بعض افراد ایسے ہیں جن کو اگر نیکی کی طرف توجہ دلائی جائے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے کون سا ولی بننا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سوچنے کا انداز بالکل غلط ہے۔ تم میں سے ہر ایک ولی بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرے۔ آپ نے فرمایا مجھے بہت دکھ ہوتا ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ جماعت میں بزرگ فوت ہوتے جا رہے ہیں اور ان کی جگہ لینے کے لئے کوئی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا فیضان چند لوگوں تک مخصوص نہیں ہے جو

چاہے وہ اس سے حصہ لے سکتا ہے

خوف و رجا کے بین بین

تقویٰ کو حاصل کرنے کے دو طریق آپ نے بتائے

(۱) رغبت سے (۲) خوف سے۔ ایک طرف تو مومن کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے اور دوسری طرف اس کا جلال اور رعب ہوتا ہے۔ پس ایک مومن کو چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو رغبت اور خوف دونوں وجہ سے پکارتا ہے۔ ہر انسان میں کوئی نہ کوئی خامی ضرور ہوتی ہے۔ چاہے وہ کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو لیکن جس ذات کے سامنے ہم نے پیش ہونا ہے وہ تمام نقائص سے پاک ہے اس لئے اس کے فضل کی امید بھی ہونی چاہیئے اور اس کی پکڑ سے خوف بھی۔ الایمان بین الرجاء والخوف ..... یعنی ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے۔ اور اسی درمیانی راہ کو اختیار کرنا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ سے امید بھی بہت ہونی چاہیئے اور اس کا خوف بھی حد درجہ ہونا چاہیئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر مجھے آسمان سے یہ آواز آئے کہ صرف ایک ہی شخص جنت میں داخل ہوگا تو میرے دل میں یہ امید ہوتی ہے کہ وہ صرف میں ہی ہوں۔ اور اس کے بالمقابل اگر آسمان سے یہ آواز آئے کہ صرف ایک ہی شخص دوزخ میں جائے گا تو مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ دوزخ میں جانے والا میرے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ جب ایک شخص کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو اس کے اندر صحیح ایمان پیدا ہو جاتا ہے۔ دوسرے مذاہب کی تعلیم تو یہ ہے کہ حقیقی زندگی اگلی دنیا میں شروع ہوگی لیکن ہمیں قرآن کریم یہ سکھلاتا ہے کہ حقیقی زندگی تقویٰ کے ذریعہ اسی دنیا میں حاصل ہو جاتی ہے اور ایسے مقام پر اگر کوئی مصیبت آتی بھی ہے تو انسان اسے مصیبت سمجھتا ہی نہیں بلکہ عین راحت جانتا ہے۔ حضرت لقمان کے متعلق آتا ہے کہ ان کو بچپن سے ایک رئیس نے پالا تھا۔ وہ رئیس آپ کے ساتھ بہت اُنس رکھتا تھا۔ ایک دفعہ اس کے پاس کچھ خربوزے آئے تو اس نے چاقو سے چند قاشیں بنائیں اور خود کھانے سے پیشتر محبت کی وجہ سے حضرت لقمان کو یکے بعد دیگرے تین قاشیں کھانے کے لئے دیں جو آپ نے کھا لیں۔ اس کے بعد رئیس نے بھی ایک قاش منہ میں رکھی تو اسے سخت کڑوا پایا۔ اس نے آپ سے کہا کہ یہ کیا کیا۔ مجھے کیوں نہیں بتایا کہ یہ کڑوی ہیں۔ تو حضرت لقمان نے فرمایا کہ اے میرے آقا آپ کے ہاتھ سے اتنی میٹھی قاشیں کھائی ہیں کہ اگر دو تین کڑوی قاشیں بھی کھا لوں گا تو کوئی مضائقہ نہیں۔

متقی کی نشانی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ متقی کی یہ نشانی ہوتی ہے کہ وہ مشکل کو مشکل نہیں سمجھتے۔ وہ رات کو تھوڑا سوتے ہیں اور جب صبح کو اُٹھتے ہیں تو استغفار کرتے ہیں کہ خدایا تیری عبادت کا حق ادا نہ کر سکے۔ ساری رات کی عبادت کے بعد بھی وہ مغرور نہیں ہو جاتے بلکہ نہایت عاجزی اور انکساری سے اپنی کمزوری کا اعتراف کرتے ہیں۔ انسان کے لئے سب سے بڑے فخر اور شرف کی

بات یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جائے۔ ایسے انسانوں کو خدا تعالیٰ بھی اپنے قرب میں جگہ دیتا ہے اور آیۃ اللہ میں شامل کر لیتا ہے اور ان کے ذریعہ سے دنیا کو اپنی چمکار دکھلاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی یہ چہرہ نمائی اُس وقت ہوتی ہے جبکہ اس کے بندے اُس کی راہ میں اپنا سب کچھ لٹا دیتے ہیں اور صرف اُسی کی رضا کے طالب بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر اُمت کے لئے ہم نے قربانی کا طریق مقرر کیا ہوا ہے۔ یہ انسانوں کے لئے ایک سبق ہے کہ جس طرح بکرا انسان کی خاطر اپنی گردن چھری کے آگے رکھ دیتا ہے اسی طرح ہم بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگیاں قربان کر دیں۔

پس ہمیں اپنے وجودوں کو خدا تعالیٰ کی امانت سمجھنا چاہیئے اور جب بھی خدا تعالیٰ کے مامور یا خلیفہ کی طرف سے مطالبہ ہو تو بلا چون و چرا اپنے آپ کو، اولاد کو، بھائی بہنوں کو خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دینا چاہیئے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی بھی ترقی یا امتیاز بغیر مشقت اٹھائے یا تکالیف سہے حاصل نہیں ہو سکتا۔ پس اے عزیزو جب تک ہمیں تقویٰ کا یہ مقام حاصل نہیں ہوتا کہ ہم مقیم الصلوٰۃ ہو جائیں اُس وقت تک ہم دنیا میں خدا تعالیٰ کی قدرت کو قائم نہیں کر سکتے۔

آپ نے فرمایا کہ اقامت کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ ہماری نمازوں کو دیکھ کر دوسروں کے دل میں بھی نماز پڑھنے کا شوق پیدا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اس تربیتی کلاس کا مقصد بھی یہی ہے کہ آپ کے اندر خدا تعالیٰ کی معرفت پیدا ہو اور معرفت کے نتیجہ میں اس کا تقویٰ اور جلال پیدا ہو۔ اگر آپ اس چیز کو مدنظر رکھیں تو آپ اس مختصر ترین وقت میں بھی اپنے مقصد کو حاصل کر سکتے ہیں۔ ویسے تو ۲۴ گھنٹے میں دنیا کا کوئی علم بھی حاصل نہیں ہو سکتا لیکن اگر آپ دلوں میں تقویٰ کو قائم کر لیں تو یقیناً خدا تعالیٰ فراخی کے سامان پیدا کر دیا کرتا ہے۔

خلافت سے وابستگی

آپ نے فرمایا کہ دوسری بات جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ ہمارے عہد کا دوسرا حصہ ہے۔ پہلا حصہ تو خدا تعالیٰ کی توحید سے متعلق ہے لیکن دوسرا حصہ خلافت سے وابستگی کا ہے۔ اس کو بھی اپنے سامنے رکھیں۔ آجکل کے حالات کا تقاضا یہ ہے کہ خلیفہ وقت کے ساتھ وابستگی اور وفاداری قائم رکھی جائے۔ وفاداری کے بغیر انسان ایک ذلیل چیز ہے۔ ہماری جماعت کے بعض طبقوں میں بھی بے وفائی پیدا ہو رہی ہے اور اس چیز کا مقابلہ نوجوان ہی کر سکتے ہیں۔ پس آپ لوگوں کو چاہیئے کہ خلافت کے استحکام اور حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو جائیں کیونکہ ہماری تنظیم کا مقصد ہی یہی ہے پس خلیفہ کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کریں اور اپنے عہد کو پھر تازہ کریں۔ خلافت کی وجہ سے ہی سب برکات ہم پر نازل ہو رہی ہیں۔ جماعت خلافت کے ذریعہ ہی ملتی ہے۔ پس تم خلافت کی قدر کرو اور عہد کرو کہ خواہ ساری جماعت خلیفہ کا ساتھ چھوڑ جائے میں استقامت اختیار کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ خلیفہ خدا خود بناتا ہے اور اسے کسی کی وفاداری کی حاجت نہیں ہوتی۔ ہم (باقی ص۲۳ پر)

مجھے مغربی تہذیب کیوں ناپسند ہے؟

شہرۂ آفاق مغربی مؤرخ و مفکر آرنلڈ جے ٹائن بی کا ایک دلسوز مقالہ

میری عمر اس وقت پچھتر سال ہے اس عرصہ میں مغرب نے دنیا کو دو عالمی جنگوں کی تباہ کاریوں کا ہدف بنایا یہی نہیں یورپ نے دنیا کو کمیونزم، فاشی ازم اور نیشنل سوشلزم اور مسولینی، ہٹلر اور میکارتھی کو جنم دیا۔ میرے جرمن بھائیوں نے ساٹھ لاکھ یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس لئے میں یہ کیسے باور کرلوں کہ مستقبل میں میرے انگریز ہموطن اسی طرح کے کسی جرم کے مرتکب نہیں ہوں گے؟

سنہ ۱۹۵۶ء میں ہم نے پورٹ سعید کے ہزاروں بے دست و پا غیر محفوظ شہریوں کو قتل کر دیا، آپ کے پاس کیا ضمانت ہے کہ ہم مستقبل میں ایسا نہیں کریں گے۔ میں ہٹلر کی تصور سے بچنا چاہتا ہوں لیکن میرا یہ مغربی ورثہ مجھ پر چھایا ہوا ہے اور شائد تمام عمر پیچھا نہیں چھوڑے گا۔

عصرِ حاضر کے دوسرے مغربی جرائم سے قطع نظر مغربی طرزِ حیات کی کچھ اور سنگین خرابیاں بھی ہیں، لیکن مغربی انفرادیت پسندی جس انتہا کو پہنچ چکی ہے وہ میرے لئے اس سے کہیں زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

مغرب، عمر رسیدہ بوڑھے ضعیف لوگوں کیساتھ انتہائی بے رحم ہے۔ یہ پہلی تہذیب ہے جہاں بوڑھے بزرگ اپنے مقام سے محروم ہیں۔ اگر میں اس مغربی قباحت کو غیر مغربی آنکھ سے دیکھوں تو مجھے شدید صدمے سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

مجھے مغرب کا اشتہاری کاروبار بھی ناپسند ہے اس نے انسانی حماقتوں سے ناجائز فائدہ اٹھانے کو "فائن آرٹ" سمجھ لیا ہے۔ یہ اشتہاربازی خوراک کو لوگوں کے گلے سے نیچے ٹھونسنے پر لگی ہوئی ہے حالانکہ دو تہائی انسانیت ابتدائی ضروریاتِ زندگی کے لئے ایڑیاں رگڑ رہی ہے۔ یہ اس خوشحال معاشرے کا مکروہ چہرہ ہے۔

مغرب کی تاریخِ ماضی میں انیسویں صدی کا ذکر کر رہا ہوں۔ اس وقت میں بچہ تھا۔ اس زمانے میں جنسی بیداری جنسی تجربہ اور جنسی کشش اور جسمانی اختلاط کی یہ بے حیائیاں کہیں دکھائی نہیں دیتی تھیں۔ جنس موت سے بھی زیادہ ہمارے حیاتیاتی ورثے کا پریشان کُن اور بھدا پہلو ہے اس کے مقابلہ میں انیسویں صدی کا مغربی معاشرہ نسبتاً بہتر کامیابی کے ساتھ جنس کے کٹھن مسئلہ سے عہدہ برآ ہوا تھا۔ مغرب نے جنسی بیداری کے عہد کو ملتوی کر کے تعلیمی دور کو دور کر دیا ہے۔ گزشتہ چند صدیوں میں مغرب کی طرف

سے جو چیز زیادہ نمایاں ہو گئی ہے وہ سترھویں صدی میں اعتماد کی بنیاد پر روایت کی بجائے علم وفضل سے استفادہ کیساتھ ساتھ انسان کی خود غرضی یا ذاتی مفاد کو اُبھارنا ہے۔ انیسویں صدی کے مغرب نے جائز طور پر ہندوؤں کی اس خصوصیت کی مذمت کی کہ بچوں کی چھوٹی عمر میں شادی کر دی جائے یا ایک مسلمان بچے کو اجازت دی جائے کہ وہ عنفوانِ شباب کی منزل پر ہی جنسی اختلاط میں مبتلا ہو جائے۔ لیکن آج بیسویں صدی کا یورپ وہی راہ اختیار کئے ہوئے ہے جس کی مخالفت و مذمت اُسنے قطعی انصاف کے ساتھ پوری شدت سے انیسویں صدی میں خود کی تھی۔ ہماری غیر عقلی معاصرانہ بے صبری جس تیزی کیساتھ رواں ہے اس نے ہمارے بچوں کی تعلیمی کیفیت میں ایک طوفان بپا کر رکھا ہے۔ ہم اس تیزی کے ساتھ انہیں بڑا کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں گویا وہ چوزے ہیں اور ان کے انڈوں کو مشینوں کے ذریعہ قبل از وقت ہی سیا جا سکتا ہو انتہا تو یہ ہے کہ ہم انہیں جنسی بلوغت کے دور سے پہلے ہی جسمانی حظ سے آشنا کرنے پر تُلے ہوئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو اس انسانی حق سے محروم کر رہے ہیں جس کے تحت انہیں بچپن یا لڑکپن کے زمانہ سے مستفید ہونا چاہیئے۔ جنسی بیداری کا آغاز امریکہ سے ہوا اور اب یہ برطانیہ میں بھی پھیل گیا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ گمراہ کُن غلط تعلیمی نظام اور کتنے مغربی ملکوں پر حملہ آور ہو کر ان کی اخلاقی سطح کو برباد نہیں کر دے گا؟

ہمارے نوجوانوں کی پرورش کی تمام موجودہ پالیسی ہی متناقص و متضاد ہے۔ ہم اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ بارہ تیرہ سال کی عمر میں جنسی زندگی سے واقفیت حاصل کر لیں اس کے ساتھ ہی ساتھ ہمارا تقاضا یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنی پوسٹ گریجویٹ تعلیم کو تیس سال کی عمر تک پہنچا دیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ یہ باقی سولہ سترہ سال جن پر جنس چھائی ہوتی ہے اپنے ذہنوں کو تعلیم کی طرف پوری طرح راغب رکھ سکیں۔ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم نے ہر کسی کے لئے ثانوی تعلیم اور پوسٹ گریجویٹ تعلیم کا بندوبست کر لیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہم نے اپنے آبا و اجداد کی راہ اختیار کرتے ہوئے جنسی معصومیت کی مدت کو طوالت نہ دی تو یہ بات ریت میں ہل جوتنے کے مترادف ہوگی اگر ہم اپنے موجودہ بندوطریق کار پر مصر رہے تو ہماری بلند تر اور جدید ترین تعلیمی درسگاہیں جنسی ملاقات کے سوشل کلبوں سے کچھ ہی بہتر ہوں گی۔

مغربی تہذیب کی جو موجودہ خرابیاں ہیں اس میں جنس کی پیش از وقت پختگی ہماری تہذیب کے دامن پر اخلاقی دھبہ ہے۔ اس کے عقلی و ذہنی دھبے یہ ہیں کہ اس بات پر اصرار کیا جائے کہ اس کرۂ ارضی کو آگے اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس میں جنونی قومیت پرستی اور سپیشلائزیشن شامل ہے۔ یہ دونوں ہی کردار کی لحاظ سے مغربی تہذیب کا ثمر ہیں۔ یہ بھی دَور ہے جس میں ہم پیدا ہوئے ہیں۔ پہلے پہل جب میرا شعور کچھ تھوڑا بہت بیدار ہوا مغربی ماحول اور مغربی ٹیکنالوجی نئی سے نئی اور پیچیدہ سے پیچیدہ اختراعات کی تلاش میں مصروف تھی۔ میں نے اپنی زندگی میں سائیکل چلانا سیکھی لیکن اسی زمانے میں یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ انسان موٹر سائیکل یا کار چلانا بھی سیکھ لے۔ مجھے اب کاروں اور طیاروں کے ذریعہ دنیا کے سفر کرنا پڑتے ہیں۔ جس بہتری کے

ساتھ یہ فاصلے طے ہوتے ہیں اسی خرابی کے ساتھ ایک متجسس ناظر راستے کے مناظر سے لطف اندوز ہونے سے محروم رہ جاتا ہے۔ کیا یہ کم خرابی کی بات ہے؟

مشینری مجھے پریشان اور مایوس کر دیتی ہے ــــــ

لیکن میں مغربی مشینی دور میں پیدا ہوا ہوں، میں تیسری صدی قبل از مسیح کے شام یا ساتویں صدی عیسوی کے چین میں کیوں پیدا نہ ہوا؟ اے کاش! ایسا ہوتا تو کم از کم میں عصرِ حاضر کی مغربی مشینی زندگی سے تو نہ گھبراتا۔ میں واقعتًا دلی طور سے اس مغربی زندگی کو ناپسند کرتا ہوں۔ مغربی مشینی زندگی وہی کچھ ہے جس کا مغرب خواہاں ہے۔ یہ ہیں چند ایک وجوہ جن کے باعث میں عہدِ حاضر کی مغربی تہذیب کو ناپسند کرتا ہوں لیکن جیسا کہ میں نے اس مقالہ کے آغاز میں عرض کیا ہے میری ناپسند ایسی نہیں کہ وہ تحلیل نہ ہو سکے۔ میرے پوتے لامحالہ بہر صورت مغربی باشندے ہیں اور مجھے اُن سے پیار ہے۔ میری یہ بھی خواہش ہے کہ میرے پوتوں کے بھی پوتے ہوں۔ اس وقت مجھ پر مُردنی سی چھا جاتی ہے کہ جب میرے تصوّرات میں یہ بات اُبھرتی ہے کہ مغربی انسان اس بار تیسری جنگِ عظیم کی صورت میں ایٹمی ہتھیار استعمال کر کے وسیع پیمانے پر خود کشی کا مرتکب ہو گا!

ایٹم کے وجود کی دریافت اور یہ بات کہ اسے بتدریج چھوٹے چھوٹے حصوں میں اسے تقسیم کیا جا سکتا ہے ــــــ مغربی سائنس اور ٹیکنالوجی کا کمال ہے۔ مغربی سائنس اور ٹیکنالوجی نے تباہ کاری کے جو آلات دریافت کر لئے ہیں مجھے ان سے کوئی محبت نہیں مجھے مغربی انسان کی اس عام سیاسی بصیرت پر پورا ایمان ہے کہ وہ اپنے آپ کو تحلیل نہ کرے گا۔

میں آپ سے عرض کروں کہ میں آپ کے سامنے ایک اجنبی کی حیثیت میں حاضر ہوا ہوں، میں مغربی تہذیب پر ایک اجنبی کی حیثیت میں غور و خوض کرتا رہا ہوں۔ دراصل اس طرح ہم اس تہذیب کی خرابیوں پر قابو پا سکتے ہیں۔ آپ یہ نہ سمجھئے کہ میں مغربی تہذیب کے تمام پہلوؤں کو ہی ناپسند کرتا ہوں اکثر ایسی باتیں ہیں جو مجھے بہت پسند ہیں لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ میں افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں اور خوشنما مناظر کا والہ و شیدا ہوں۔ سیاسی طور پر میں افریقہ کا حامی ہوں میں مغرب کی نو آبادیاتی طاقتوں کا بھی مخالف ہوں۔ درخت کی طرح ایک انسان کی بھی جڑیں ہوتی ہیں۔ یہ جڑیں اسے اپنے ساتھ باندھ لیتی ہیں۔ اگرچہ درخت کی جڑوں کے برعکس یہ جذباتی اور عقلی جڑیں ہیں۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ انسانی حدبندیوں کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتا ہے اور ان پر چھا جانے کا خواہاں ہوتا ہے۔

میں ذاتی طور پر ایک انسان کے علاوہ مورخ بھی ہوں اور مورخ اپنی محدود علاقائی خونیں حدبندیوں سے اپنے آپ کو آزاد کرانے کی کوشش کرتا ہے اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ زمان و مکان کی پابندیوں سے آزاد ہو کر سوچتا ہے مغربی تہذیب پر میرے اعتراضات اسی روح اور جذبے کا مظہر ہیں!

انسان بننے کے لئے فطرت پر فائق ہونا چاہیئے اور اُن حیاتیاتی حدود پر حاوی ہونا ضروری ہے جو زمانہ قبل از انسانیت سے ہم نے اپنے بزرگوں سے ورثہ میں پائی ہیں۔ تمام انسانی معاشرے بعض اداروں کی تشکیل اور قیام کے ذریعے موت پر اس طرح قابو پاتے ہیں کہ وہ ان اداروں کو ایک سے دوسری نسل کے پاس منتقل کر دیتے ہیں۔ البشر یہ لوازمِ وقت

مکرم شیخ عبد اللطیف صاحب
(ناظم اصلاح وارشاد مجلس لائلپور)

ایک تبلیغی مذاکرہ

غیر احمدی۔ ہم مسیح الموعود کے منتظر ہیں۔ وہ ضرور آئیں گے کیونکہ یہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئی ہے! اور وہ ابن مریم ہوگا۔

احمدی۔ ابن مریم کہاں ہے۔

غیر احمدی۔ چوتھے آسمان پر زندہ موجود ہیں اور میں قرآن مجید سے دکھا سکتا ہوں۔

احمدی۔ دکھائیے ہم مان لیں گے۔

غیر احمدی۔ بل رفعه الله الیه۔

احمدی۔ یہاں سماء اور رابع کا لفظ کہاں ہے اور نہ ہی ترجمہ میں چوتھا آسمان لکھا ہے۔

غیر احمدی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ صرف آسمان پر ہے لہٰذا الیه سے مراد آسمان ہے۔

احمدی۔ انا للہ وانا الیه راجعون میں الیه کا لفظ ہے۔ کیا جتنے لوگ فوت ہوتے ہیں وہ سب آسمان پر جاتے ہیں؟ اِس الیه اور اُس الیه میں کوئی فرق ہے تو بتائیے۔

غیر احمدی۔ لفظ آسمان کا واقعی ذکر نہیں ہے۔

احمدی۔ کیا اللہ تعالیٰ چھٹے یا ساتویں آسمان پر نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اوپر بھی ہے تو مسیح ناصری ساتھ کیوں نہیں جاتے صرف چوتھے آسمان پر کیوں رہتے ہیں قرآن مجید میں آیا ہے وھو اللہ فی السموٰت وما فی الارض۔ کیا خدا تعالیٰ زمین میں نہیں ہے۔ نرفع درجاتٍ من نشاء۔ ہم جسے چاہتے ہیں درجوں میں بلند کرتے ہیں اور رفیع الدرجات آیا ہے اور ہم نماز میں وارفعنی دعا مانگتے ہیں۔ کیا ہم یہ دعا مع الجسم آسمان پر جانے کے لئے مانگتے ہیں۔ قرآن مجید کی رو سے مسیح ناصری علیہ السلام کی طبعی موت ثابت ہے۔ ۱۔ انسان ہونے۔ ۲۔ رسول ہونے۔ ۳۔ خدا تعالیٰ مانے جانے کے لحاظ سے۔ ۱۔ فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون۔ انسانوں کے لئے سنت اللہ ہے کہ وہ زمین میں ہی زندہ رہیں۔ ۲۔ ما محمدٌ اِلّا رسول قد خلت من قبله الرسل۔ ۳۔ اور جو خدا پکارے جاتے ہیں اموات غیر احیاء۔ وہ مُردہ ہیں زندہ نہیں۔ آپ غور کریں ولن تجد لسنّت الله تبدیلا۔

غیر احمدی۔ اچھا آپ اس بات کو چھوڑیں اور یہ بتائیے کیا نبی کسی کا شاگرد ہوا یا مرزا صاحب نے حج کیا جو کسی کا شاگرد ہو یا حج نہ کرے وہ نبی نہیں ہو سکتا۔

احمدی۔ پہلے مسئلہ حیات مسیح طے کر لیں پھر دوسرے مسئلہ پر گفتگو کریں گے۔ (باقی دیکھیں ۱۹ پر)

مکرم مولوی بشیر احمد صاحب قمر
گوجرہ

جنّات کی حقیقت

(۱)

قرآنِ کریم کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کا کوئی حد و حساب نہیں۔ نہ اس کی حقیقت اور کنہ کا ہمیں صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ خلّاق العلیم خدا ہی ان سب کا حقیقی علم رکھتا ہے۔ ہاں اس نے انسان کو کسی قدر غور و فکر کا ملکہ ضرور عطا فرمایا ہے۔ تلاش و جستجو انسان کی عادت ہے۔ اس عادت سے مجبور ہو کر وہ سوچتا، غور و فکر کرتا اور پوچھتا ہے لیکن کمیٔ علم یا غلط راہنمائی کی وجہ سے وہ مختلف قسم کے توہّمات کا شکار ہو جاتا ہے اور بسا اوقات روحانیت اور توحیدِ خالص سے دُور ہو کر شرک کی حدوں کو جا چھُوتا ہے۔ انہی توہّمات میں سے ایک خیالِ موہوم جنّات کے وجود سے تعلق رکھتا ہے۔

جنّ ایک عربی لفظ ہے۔ لغوی لحاظ سے یہ پوشیدہ اشیاء و مخلوق کے لئے بولا جاتا ہے (ج، ن کے مادہ والے سبھی الفاظ میں اخفا اور پوشیدگی کے معانی پائے جاتے ہیں جیسے جنین اس بچہ کو کہتے ہیں جو رحمِ مادر میں چھُپا ہوتا ہے) قرآنِ کریم میں جنّ کا لفظ متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے سو جنّات کے وجود سے تو کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا لیکن عوام الناس میں جنّات سے متعلق جو عجیب و غریب قصے مشہور ہیں۔ ایسے جنّوں اور ان کے ایسے افعال کا جائزہ لینا اور ان کی حقیقت معلوم کرنا بھی ضروری ہے۔

آپ کو ایسے لوگوں سے بکثرت واسطہ پڑتا ہوگا جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ "جنّ" ایک ایسی مخلوق ہے جو انسان کو بلا وجہ ستاتی اور دُکھ دینے کی قدرت رکھتی ہے اور یہ کہ بعض خاص وظائف، اوراد اور چلّوں اور مجاہدوں کے ذریعہ اس عجیب و غریب مخلوق کو اپنے قبضہ میں لے کر اس سے انسانی طاقتوں سے بڑھ کر کام لئے جا سکتے ہیں۔ اپنے اس عقیدہ کے ثبوت میں وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی مثال پیش کرتے ہیں کہ ان کے متعلق قرآنِ کریم میں بیان ہوا ہے کہ ان کے پاس جنّوں کی ایک جماعت تھی جس سے وہ بڑے کام لیا کرتے تھے یا خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا واقعہ پیش کرتے ہیں کہ آنحضورؐ کے پاس جنّوں کی ایک جماعت آئی، قرآن سُنا اور آپ پر ایمان لے آئی۔

سو واضح ہو کہ قرآن کریم میں ایسی غیر مرئی مخلوق کا کہیں ذکر نہیں آتا جو بیٹھے بٹھائے آ کر انسانوں کو چمٹ جائے۔ اور پھر نذریں، نیازیں، تحفے تحائف قبول کر کے خوش ہو کر چلی جائے یا مار پیٹ کر اسے بھگا دیا جائے۔ یہ غلط تصوّرات تو بعض نام نہاد پیروں اور فقیروں نے توہّم پرست لوگوں

کی جہالت سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے پیدا کئے ہوئے
ہیں یا بعض خاص قسم کی دماغی امراض ہیں جنہیں جنات کی طرف
منسوب کر دیا جاتا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ اوّل اوّل ایسی بیماریوں کے متعلق
جنّ کا لفظ استعمال کیا گیا ہو جن کے اسباب نامعلوم تھے۔
یا جن کی تشخیص نہ ہو سکی ہو۔ پھر بعض لوگوں نے قرآن کریم
میں جنات کے ذکر سے استدلال کرتے ہوئے لوگوں سے
کہہ دیا ہو کہ خدا ترس بزرگوں کے پاس جنّ آتے ہیں اور
ان کے یہ تابعِ فرمان ہو جاتے ہیں۔ اور پھر خود ایسے بزرگوں
کا روپ دھار کر جنات نکالنے کی عملی مشق شروع کر دی ہو
اصل بیماری کا تو دوائی سے علاج کر دیتے ہوں لیکن اپنی
بزرگی کا سکہ جمانے کو تعویذ گنڈہ اور جنتر منتر بھی ساتھ رکھ
لیا ہو۔ ان چیزوں کا بہرحال نفسیاتی اثر بھی ضرور ہوتا ہے
جس سے یہ لوگ پورا پورا فائدہ اٹھانے لگے۔

قرآن کریم میں بیان کردہ جنّات

قرآن کریم میں جہاں جہاں جنوں کا ذکر کیا گیا ہے
اس کے سیاق و سباق یا ان کے اخلاق و اوصاف کو سامنے
رکھ کر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسانوں سے کوئی
الگ مخلوق نہیں۔ یہ لفظ یعنی "جنّ" بڑے اور چھوٹے دونوں
قسم کے لوگوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ چونکہ وہ دونوں
باہمی تعاون و اتحاد کے بغیر عضوِ معطّل کی طرح ہیں۔ یعنی کچھ بھی
نہیں مثلاً خاکروب۔ نانبائی۔ دھوبی۔ سقہ۔ حجام وغیرہ
کے بغیر ایک بادشاہ کی بادشاہی بھی ناتمام ہے۔ یہ دونوں طبقے
امراء و غرباء ایک دوسرے کے محتاج ہیں لیکن مقام و مرتبہ
اور رہائش و طعام کے لحاظ سے ان میں بہت بڑا فرق ہے
ایک بلند و بالا محلات کے رہنے والے۔ دوسرے جھونپڑیوں
اور تنگ و تاریک مکانوں میں بسر اوقات کرنے والے۔
اس طرح سے دونوں ایک دوسرے سے دُور اور چھپے چھپے
رہتے ہیں۔ گویا دونوں ایک دوسرے کے لئے جن کی حیثیت
رکھتے ہیں۔ کیونکہ امراء غرباء سے دُور دُور رہتے ہیں اور
غرباء امراء سے الگ تھلگ۔ لیکن مدنی الطبع ہونے کے لحاظ
سے دونوں ایک دوسرے کے تعاون و اتحاد کے محتاج بھی
ہیں۔ اس لئے ان کو ایک دوسرے کی تحریکات۔ خواہشات اور
ضروریات کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اس طرح کبھی بڑے
لوگ عوام الناس کو اپنے پیچھے لگا لیتے ہیں اور کبھی چھوٹے
لوگ اپنی کثرت اور جمعیت کے بل بوتے پر بڑوں پر چھا کر
اُن سے اپنی بات منوانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ پھر جب
ان کی تحریکات حق و صداقت اور منشائے الٰہی کے خلاف ہوں
تو اسے شیطانی تحریک کہا جاتا ہے اور ان کے محرکین کو شیطان
و ابلیس اور مشرک قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس طرح وہ
اس شیطان و ابلیس کے اظلال و بروز بن جاتے ہیں۔
جس کے متعلق دربارِ الٰہی سے اعلان ہوتا ہے:۔

كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ
رَبِّهٖ ۔ (کہف)

"وہ (یعنی ابلیس) جنوں میں سے تھا سو
اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی"۔

اور اگر وہ اپنے اموال و اولاد کی کثرت اور تکبّر و غرور
کے جھوٹے بُتوں کو توڑ کر خدائی فوج میں شامل ہو جائیں۔

تو ان کو مومن کہا جاتا ہے۔ گویا اس لحاظ سے جن عوام و خواص دونوں میں سے ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے لوگ بھی حق وصداقت کی مخالفت کرتے ہیں اور چھوٹے لوگ بھی اپنے اپنے دائرہ میں تکبّر و غرور اور مخالفت میں شریک ہوتے ہیں۔ اور پھر جہاں وہ مومن ہوتے ہیں وہاں مشرک و کافر بھی ملتے ہیں۔

مسلمان جنّ سورۂ جنّ میں جنوں کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ

"تُو کہدے مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں میں سے کچھ افراد نے مجھ سے قرآن سُنا سو اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سُنا ہے۔ وہ ہدایت کی طرف لے جاتا ہے جس کے نتیجہ میں ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ اور ہم آئندہ کبھی اپنے ربّ کا کسی کو شریک نہیں قرار دیں گے۔ اور حق یہ ہے کہ ہمارا رب بہت بلند شان والا ہے۔ اور نہ اس نے کبھی کوئی بیوی بنائی اور نہ بیٹا بنایا ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم میں سے بیوقوف لوگ اللہ (تعالیٰ) کے متعلق ناواجب باتیں کیا کرتے تھے۔ اور ہم اس خیال پر تھے کہ انسان اور جنّ اللہ کے متعلق تو جھوٹ نہیں بول سکتے۔ اور یقیناً انسانوں میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جو جنوں میں سے کچھ افراد کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ سو اس بات نے جنوں کو تکبّر میں اور بھی بڑھا دیا۔ اور یقیناً وہ جنّ یہ بھی یقین رکھتے تھے جس طرح تم یقین رکھتے ہو کہ اللہ (تعالیٰ) کسی کو نبی بنا کر مبعوث نہیں کرے گا" (سورۂ جنّ ع ۱)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ "جنّ" اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے مشرکانہ عقائد رکھنے والے لوگ تھے کیونکہ انہوں نے اہلِ کتاب کے دونوں سلسلوں یعنی موسویہ اور عیسویہ کے عقائدِ باطلہ کا ذکر کیا ہے۔ نصاریٰ کا مسیح علیہ السلام کو بیٹا قرار دینا اور یہود کا انقطاعِ نبوت کا غلط عقیدہ رکھنا۔ (یہودی حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد نبوت ختم ہو جانے کا عقیدہ رکھتے تھے)

پس رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانیوالے جنوں نے اپنے آپ کو اہلِ کتاب میں سے ہونا ظاہر کیا ہے۔ اور اہلِ کتاب انسان ہی ہیں کوئی غیر مرئی مخلوق نہیں۔ اور ان کو جنّ کہنے کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے چُھپ چُھپا کر یہ کلام سُنا۔

دوسری جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ آپؐ کے پاس آ کر انہوں نے قرآن سُنا۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا

أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ إِلَى الْحَقِّ وَإِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ يٰقَوْمَنَآ أَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ۔ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ أَوْلِيَآءُ أُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (احقاف ع ۴)

ترجمہ:- "ہم جنوں میں سے کچھ افراد کو ہیر پھیر کر تیری طرف لے آئے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ خاموش ہو جاؤ۔ جب قرآن کریم کی تلاوت ختم ہوگئی تو وہ اپنی قوم کی طرف انذار کرتے ہوئے واپس چلے گئے۔ انہوں نے (واپس پر اپنی قوم سے) کہا کہ اے ہماری قوم یقیناً ہم نے ایک ایسی کتاب سُنی ہے جو موسیٰ کے بعد اُتاری گئی۔ اور اپنے سے پہلے کی کتب کی تصدیق کرتی ہے۔ اور حق و صداقت اور صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم اللہ تعالیٰ کے اس داعی اور پکارنے والے کی پکار کو قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ۔ وہ تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور عذاب الیم سے نجات بخشے گا اور یاد رکھو جو اللہ کی طرف بُلانے والے کی بات کو قبول نہیں کرتا وہ اس (داعی الی اللہ) کو دُنیا میں ہرا نہیں سکتا۔ اور خدا کے سوا اس کو پناہ دینے والے وجود کہیں نہیں۔ ایسے لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں۔"

اس واقعہ میں ایسے مومن و مسلم جنّوں کا ذکر ہے جو قوم کے سردار معلوم ہوتے ہیں۔ اسی لئے وہ "اے ہماری قوم اے ہماری قوم" کہہ کہہ کر پکارتے ہیں۔ چنانچہ صاحب فتح البیان ایسے بزرگوں نے تسلیم کیا ہے کہ یہ نصیبین کے یہودی تھے۔ جو وفد کی صورت میں مجلس قرآن خوانی میں حاضر ہوئے۔ اور اسلامی صداقت کو تسلیم کرنے کے بعد اپنی قوم میں تبلیغ کرنی شروع کی اور اپنی قوم کے سامنے بائیبل کی پیشگوئیوں کی بنا پر صداقت ثابت کرتے رہے۔ نیز اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُن جنّوں نے اُس رسول کی مخالفت بھی کرنی ہے۔ اسی لئے وہ علیٰ وجہ البصیرت چیلنج کرتے ہیں کہ تمہاری عداوت و مخالفت اس رسول اور داعی کو ہرا نہیں سکے گی۔ اگر انہوں نے مخالفت نہ کرنی تھی تو ایسا چیلنج کرنا بے فائدہ ہے۔ اور واقعات کے لحاظ سے حضور کے مخالف و مقابل انسانوں کا طبقہ آیا ہے اور کوئی غیر مرئی مخلوق نہیں آئی۔

کافر جنّ

اللہ تعالیٰ کافر جنّوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس بات کا تہیہ کر رکھا ہوتا ہے کہ ایمان نہیں لانا۔ چنانچہ ان کے اس عزم کا ذکر کرتے ہوئے علیم و خبیر خدا تعالیٰ فرماتے ہیں:-

"اور اگر ہم ان پر فرشتے نازل کرتے اور
مُردے اُن سے کلام کرتے اور ہر ایک چیز
کو ہم ان کے سامنے کھڑا کر دیتے تو بھی وہ
اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر ایمان نہ لاتے
بلکہ اُن میں سے بہت سے جاہل ہیں اور
ہم نے جنّوں اور انسانوں میں سے شیاطین
یعنی سرکشوں کو اسی طرح ہر نبی کا دشمن بنا
دیا تھا۔ اُن میں سے بعض بعض کو دھوکا دینے
کی باتیں وحی کرتے ہیں جو محض ملمع کی بات
ہوتی ہے۔ اگر تیرا ربّ چاہتا تو وہ ایسا
نہ کرتے۔ پس تو ان کو بھی اور ان کے
جھوٹ کو بھی نظر انداز کر دے۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے دشمن
جن و انس میں سے باغی و سرکش لوگ ہوتے رہے ہیں لیکن
کتب سماویہ اور انبیاء علیہم السلام کے حالات و واقعات
سے ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے تمام دشمن انسانوں میں
سے ہوتے رہے ہیں اور انہیں کے ساتھ حسبِ حالات انبیاءؑ
اور ان کی جماعتیں سیف و سنان یا قلم و کلام کے ساتھ برسرِپیکار
رہی ہیں اور پھر وہی مومن انسان ان پر غالب آتے رہے۔
ہمیں کسی نبی کے ایسے دشمن کا علم نہیں جو فوق البشر طاقت رکھتا
ہو۔ ہاں ان میں بڑے چھوٹے عالم و جاہل۔ امیر و غریب۔ حاکم
و ماتحت شامل ہوتے رہے ہیں۔

ان آیات میں جنّ و انس کی دشمنی کی صورت بھی
بیان کی گئی ہے کہ یُوحِی بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ
الْقَوْلِ غُرُوْرًا کہ ان میں سے بعض بعض کو دھوکا دینے والی
باتیں بتاتے رہتے ہیں جو محض ملمع کی بات ہوتی ہے۔ چنانچہ
اس نشاندہی پر جب ہم قرآنِ کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو
ہمیں اُن کے باطل پراپیگنڈا کا بھی علم ہوتا ہے۔ اور یہ بھی پتہ
چلتا ہے کہ ایسی باتیں کرنیوالے ان کے ہم جنس ہی ہوتے ہیں
یعنی انسان ہی۔ مثلاً کہتے ہیں۔ اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا
کہ کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور کبھی قوم
کے بزرگ اور عالم لوگ یہ کہہ کر حق سے دُور کرتے ہیں کہ
لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَا اِلَيْهِ۔ کہ اگر اس دعوے
میں کوئی خیر و برکت ہوتی تو یہ ہم سے آگے نہ نکلتے۔ یعنی ہم سے
پہلے یہ جاہل اور غلامانہ ذہنیت رکھنے والے ایمان نہ لاتے
اور کبھی یہ کہہ کر بدظنیاں پیدا کرتے ہیں کہ یہ کونسی نئی بات
لایا ہے جس کو ماننا ضروری ہے۔ مَا هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ
الْاَوَّلِيْنَ۔ کہ یہ تو صرف پہلوں کی کہانیاں اور قصے ہیں وغیرہ۔

حضرت نوحؑ کے دشمنوں کی دھوکا دہی کی باتیں

ذیل میں نمونہ کے طور پر انبیاء علیہم السلام کے
دشمنوں کی دھوکا دہی کی باتیں ذکر کرتا ہوں۔ حضرت نوح
علیہ السلام کے متعلق دشمن کہتا ہے (۱) مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ
یہ مجنون ہے اور اس پر پھٹکار ڈالی گئی ہے۔ (۲) حضرت نوحؑ
نے جب ایک خدا کی عبادت کی دعوت دی تو

"اس پر اُس کی قوم کے کافروں کے سرداروں
نے کہا یہ شخص تو فقط تمہارے جیسا ایک
انسان ہے۔ چاہتا ہے کہ تم پر فضیلت اختیار
کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ پیغامبر بھیجنا چاہتا
تو فرشتوں کو اتارتا۔ ہم نے اپنے پہلے

باپ دادوں میں کوئی اس قسم کا واقعہ ہوتا سنا نہیں۔ یہ تو فقط ایک انسان ہے جس کو جنون ہو گیا ہے۔ پس اس کے انجام کا کچھ دیر انتظار کرو۔" (مومنون ع ۲)

۳۔ جب ایک اور موقعہ پر حضرت نوحؑ نے قوم کو خدائے واحد کی عبادت کی طرف توجہ دلائی اور عذابِ الیم سے ڈرایا تو

"اس پر ان بڑے لوگوں نے جنہوں نے اس کی قوم میں سے انکار کیا تھا کہا کہ ہم تجھے اپنے جیسے آدمی کے سوا کچھ نہیں سمجھتے۔ اور ہم تم دیکھتے ہیں کہ سوائے ان لوگوں کے جو ظاہری نظر سے ہم میں سے حقیر ترین نظر آتے ہیں کسی نے تیری پیروی اختیار کی ہو اور ہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو۔" (ہود ع ۳)

حضرت صالح کے دشمنوں کی دھوکا دہی

حضرت صالح علیہ السلام نے جب قوم کے سامنے اپنی دعوت کو پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ

"ہم میں سے ہی ایک آدمی ہماری طرف بھیج دیا گیا ہے کیا ہم اس کی اتباع کریں؟ اگر ہم ایسا کریں گے تو بڑی گمراہی اور جلنے والے عذاب میں پڑ جائیں گے۔ کیا خدا کی وحی ہم میں سے صرف اس پر نازل کی گئی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ وہ سخت جھوٹا اور متکبر ہے۔" (سورۃ قمر ع ۲)

حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے دشمنوں کی دھوکہ دہی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخالفوں نے سیاسی و مذہبی دونوں قسم کے پراپیگنڈے کر کے عوام الناس کو مشتعل کرنا چاہا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف انہوں نے خفیہ منصوبے اور سازشیں شروع کیں اور یہ کہتے ہوئے عوام کے جذبات سے کھیلے کہ

"یہ دونوں (موسیٰ و ہارون علیہما السلام) اور کچھ بھی نہیں۔ صرف جادوگر ہیں۔ جو چاہتے ہیں کہ تم کو تمہاری زمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دیں اور تمہارے اعلیٰ درجہ کے مذہب کو تباہ کر دیں۔" (طٰہٰ ع ۳)

پس اس کلام میں یُرِیْدَانِ اَنْ یُّخْرِجٰکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ کہہ کر سیاسی لوگوں کو مشتعل کیا کہ یہ سیاسی اقتدار حاصل کر کے حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور مذہبی لوگوں کو یہ کہہ کر ان کی حمایت حاصل کی کہ یہ تمہارے عقائد کو بگاڑنا چاہتے ہیں۔ پس یہ اور اس قسم کی بیسیوں ملمع کی باتیں اور دھوکا دہی کے منصوبے کر کے حق و ہدایت سے محروم کرنے کی کوشش کی جاتی رہی۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ انبیاء و مرسلین کی مخالفت کا ذکر کرتے ہیں کہ

"اور اس (رسول) کی قوم میں سے جنہوں نے کفر کیا تھا۔ اور بعد الموت (خدا سے ملنے) کا انکار کیا تھا۔ اور جن کو ہم نے اس دنیا کی زندگی میں مالدار بنایا ان کے سرداروں نے کہا یہ (رسول) تو تمہارے جیسا ایک آدمی ہے۔ انہیں (کھانوں) میں سے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو۔ اور انہی (پانیوں) میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔ اور اگر تم اپنے جیسے

ایک آدمی کی بات مانو گے تو تم گھاٹا پانیوالوں
میں سے ہو جاؤ گے۔" (مومنون ع ۳)

اگر اس تفصیل کو مدِّنظر رکھ کر قرآن کریم کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام مخالفانہ منصوبے جو انبیاء علیہم السلام اور اُن کی پاک جماعتوں کے خلاف کئے جاتے رہے ہیں جن میں جنّ و انس دونوں کو شریک بنایا گیا ہے۔ یہ بنی آدم ہی تھے واللہ اعلم بالصواب۔

جنّوں کا کام

قرآن کریم میں جنّوں کا کام گمراہ کرنا بیان کیا گیا ہے نہ کہ جسمانی تکالیف دینا۔ جیسا فرمایا کہ جب جہنمی، جہنم میں داخل کئے جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ

"اے ہمارے ربّ ہمیں جنّ و انس میں سے
وہ لوگ دکھا جو ہمیں گمراہ کیا کرتے تھے تاکہ
ہم انہیں اپنے پاؤں کے نیچے مسلیں اور وہ
ذلیل ترین لوگ بن جائیں۔" (حٰم سجدہ ع ۴)

۲۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب قیامت کے دن مشرک و منکر لوگوں کو اپنے بتوں اور پیروں فقیروں کے متعلق پوچھا جائے گا کہ وہ جو تمہارے سفارشی اور حمایتی تھے کہاں ہیں تو جواب دیا جائے گا کہ وہ ہم سے غائب ہو گئے ہیں تب اللہ تعالیٰ ان کے حق میں فیصلہ فرمائیگا کہ:-

"اللہ تعالیٰ (ان مشرکوں سے) کہے گا کہ
جاؤ جا کر آگ میں ان لوگوں کیساتھ داخل
ہو جاؤ جو تم سے پہلے جنوں اور انسانوں
میں سے گذر چکے ہیں۔ جب کوئی قوم
(آگ میں) داخل ہو گی تو (اپنے سے پہلی اپنی
(یعنی قوم) کو لعنت کرے گی۔ یہاں تک کہ
جب سب اس آگ میں داخل ہو چکیں گے
تو ان میں سے آخری (جماعت) اپنے سے
پہلی کے متعلق کہے گی کہ اے ہمارے خدا ان
لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا ہے۔ پس تو ان کو
دوزخ میں کئی گنے زیادہ عذاب دے۔"
(الاعراف ع ۴)

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی جنّوں کا کام بنی نوع انسان میں سے کمزور و جاہل لوگوں کو حق و صداقت سے دُور کرنا رہا ہے اور قیامت تک یہی کرتے رہیں گے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الناس میں مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ میں کہہ کر قیامت تک ان کے شرور و وساوس سے پناہ مانگنے کی تعلیم فرمائی ہے۔

دوسری طرف قرآن کریم کی متعدد آیات سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ بنی نوع انسان میں سے ہی کچھ لوگ مختلف حیلوں بہانوں اور متشابہ بیانات سے حق کو چھپانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ ذیل میں دو اور حوالے پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

۱- "اور اگر تو ظالموں کو اس وقت دیکھے جبکہ
وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے
اور ان میں سے بعض بعض سے بحث کر رہے
ہوں گے اور کمزور طبقہ متکبرانہ طبقہ سے
کہہ رہا ہوگا کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور
ایمان لے آتے۔" (سبا ع ۴)

۲- "ہم (اللہ تعالیٰ) نے کسی بستی میں کوئی ہوشیار

کرنیوالا نہیں بھیجا کہ اس کے مالداروں نے
یہ نہ کہا ہو کہ (اے رسولو) ہم تمہاری رسالت
کے منکر ہیں۔ نیز وہ یہ بھی کہتے رہے ہیں کہ
ہم تم سے مال اور اولاد میں زیادہ ہیں اور
ہم پر کبھی بھی عذاب نازل نہیں ہو گا۔"
(سبا ع ۴)

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان میں سے متکبر اور مالدار لوگ ہمیشہ نادار و غریب لوگوں کی محرومیٔ ایمان کا باعث بنتے رہے ہیں۔

جن اور نبوت و رسالت

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول ہمیشہ ہم جنس ہوتا ہے تاکہ وہ ان میں سے ہو کر اعلیٰ اخلاق و کردار ادا کر کے اپنی قوم و متبعین کے لئے نمونہ بن سکے۔ اور اس طرح اس کی قوم یا پیرووں کے دلوں میں یہ اُمنگ اور جرأت پیدا ہو سکے کہ اگر ہم بھی وہی کام کریں جو ہمارے اس بھائی نے کئے ہیں تو یقیناً ہم بھی خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم ہر نبی کی قوم کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ خدا نے تمہارے درمیان تم میں سے ہی رسول بنا کر بھیجا۔ پھر اللہ تعالیٰ کفار کے ایک اور بہانہ اور عذر کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اور ان لوگوں کو اس ہدایت پر جو انکے
پاس آئی ہے ایمان لانے سے صرف
اس بات نے روکا ہے کہ انہوں نے
(اپنے دلوں میں) کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے
ایک بشر کو رسول بنا کر بھیج دیا ہے؟ تو
انہیں کہہ دے کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے
جو زمین پر چلتے پھرتے ہوتے تو ہم اس
صورت میں ضرور ان پر آسمان سے کسی
فرشتہ کو ہی رسول بنا کر اتارتے۔"
(سورہ بنی اسرائیل ع ۱۱)

ان ارشادات خداوندی سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہی سنت ہے کہ وہ نبی و رسول اپنی اپنی جنس سے چنا کرتا ہے تاکہ وہ ان کے لئے قابل تقلید نمونہ بن سکے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ جن و انس کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:۔

"اے جنوں اور انسانوں کی جماعت کیا تم
میں سے ہی تمہارے پاس رسول ہو کر نہیں
آئے جو تمہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتے
تھے اور تمہیں آج کے دن کی ملاقات سے
ڈراتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ ہم اپنے خلاف
گواہی دیتے ہیں اور ورلی زندگی نے
انہیں دھوکا میں ڈال دیا اور انہوں نے
اپنے خلاف گواہی دی کہ وہ کافر تھے یہ
(رسول کا بھیجنا) اس سبب سے تھا کہ تیرا رب
شہروں کو ان کے باشندوں کے غافل
ہونے کی حالت میں ظلم کے ساتھ تباہ نہیں
کر سکتا۔" (سورۂ انعام ع ۱۶)

پس ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت الٰہیہ یہی چلی آئی ہے کہ وہ ہمیشہ دنیا کی غفلت و بے دینی کے وقت رسول بھیجتا رہا ہے

اور وہ ان کے ہم جنس ہی ہوتے رہتے ہیں۔

اب اس اصول کو سورۂ احقاف رکوع ۴ کے ساتھ ملا کر دیکھیں جہاں جنوں کی جماعت کا انسانِ کامل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا۔ قرآن سُننا اور پھر آپ پر ایمان لانے کا ذکر ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنوں میں سے نہ تھے۔ پس جب آپ جنّ رسول نہ تھے تو جنوں نے کیوں ایمان لایا؟ اور کیوں اپنی جنّ قوم کو آپ پر ایمان لانے کی دعوت دی؟ جبکہ وہ ان کے رسول ہی نہ تھے ان دو آیتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنّ بنی نوع انسان میں سے ہی تھے۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جنّ قوم میں سے تھے۔ تبھی "جنّ" آپ پر ایمان لائے اور اگر "جنّ" رسول تھے تو پھر انسانوں کو آپ پر ایمان لانا ضروری نہ تھا۔ کیونکہ یہ ان کے رسول نہیں۔ حالانکہ قرآن کریم میں بار بار اعلان کیا گیا ہے کہ آپ بشر رسول ہیں اور کئی جگہ اعلان ہوتا ہے کہ آپ "الناس" یعنی لوگوں کے رسول ہیں جیسا کہ فرمایا ہے:۔

۱۔ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا

(ہم نے تجھے لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے)۔

۲۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔

(اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں)۔

۳۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔

(ہم نے تجھے تمام بنی نوع انسان کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے)۔

یہ کسی جگہ بھی نہیں فرمایا کہ ہم نے تجھے جنوں کی طرف بھی رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دو قسموں کے رسولوں کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

(سورہ حج ع ۱۰)

کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے اپنے رسول منتخب کرتا ہے (اور کرتا رہے گا) اور اسی طرح انسانوں میں سے بھی۔ اللہ تعالیٰ بہت سننے والا اور دیکھنے والا ہے"۔

اس اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ دو قسم کے رسول بھیجتا رہا ہے۔ ایک بشر اور انسان رسول اور دوسرے فرشتہ رسول۔ حالانکہ اوپر جنّ اور بشر رسول کا اعلان ہو چکا ہے۔

جنّ و انس کے فرائض و اختیارات

اللہ تعالیٰ نے جنّ و انس کا جہاں بھی ذکر فرمایا ہے اکٹھا ہی کیا ہے۔ اور جس کام کا مطالبہ انسانوں سے کیا ہے اس میں جنوں کو بھی شامل فرمایا ہے۔ ذیل کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے:۔

۱۔ "اور ہم نے انسانوں اور جنوں میں سے سرکشوں کو اسی طرح ہر نبی کا دشمن بنا دیا تھا"۔

(الانعام ع ۱۴)

۲۔ "اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تم میں سے ہی تمہارے پاس رسول نہیں آئے جو تمہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتے تھے۔"

(الانعام ع ۱۶)

۳۔ "ہم اس خیال پر تھے کہ انسان اور جن اللہ کے متعلق جھوٹ نہیں بول سکتے۔" (سورہ جن ع ۱)

۴۔ "اے جن و انس کے گروہ۔ اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل بھاگو تو نکل کر دکھاؤ۔" (سورہ رحمان ع ۲)

۵۔ "میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔" (سورہ ذاریات ع ۳)

۶۔ "تو (انہیں) کہہ دے (کہ) اگر تمام انسان (بھی) اور جن (بھی) اس کی نظیر لانے کے لئے جمع ہو جائیں تو (پھر بھی) وہ اس کی نظیر نہیں لا سکیں گے۔" (سورہ بنی اسرائیل ع ۱۰)

۷۔ اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو (رحمت کے لئے) پیدا کیا ہے مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر جہنم کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ ان کے دل تو ہیں مگر ان کے ذریعہ وہ سمجھتے نہیں۔ اور ان کی آنکھیں تو ہیں مگر ان کے ذریعہ وہ دیکھتے نہیں اور ان کے کان تو ہیں مگر ان کے ذریعہ وہ سنتے نہیں۔ وہ لوگ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر (اصل بات یہ ہے کہ) وہ بالکل جاہل ہیں۔"

(الاعراف ع ۲۲)

ان آیات سے (جن کا میں نے طوالت کے خوف سے صرف ترجمہ لکھا ہے۔ اصل متن قرآن کریم سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اسی لئے ساتھ ساتھ حوالہ دیدیا گیا ہے) ظاہر ہوتا ہے کہ قرآنی جن و انس کا دائرہ عمل اور اختیار ایک جیسا ہے۔ اگر ان کا دائرہ عمل اور اختیارات الگ الگ ہیں تو پھر ان سے اس قسم کے مطالبات کرنا تکلیف مالایطاق ہے جو خود قرآنی اصول کے خلاف ہے۔

انسان جنوں سے بڑھ کر کام کر سکتے ہیں

قرآن کریم میں حضرت سلیمان کے ذکر میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے ملکہ سبا کے استقبال کے سلسلہ میں ایک عظیم الشان محل تیار کروانا چاہا اور اس کے لئے اعلان کیا کہ اس کام کو جلدی سے جلدی کون انجام دے سکے گا تو اس پر ایک "جن" نے حاضر خدمت ہو کر کہا کہ میں آپ کے اس جگہ قیام کے دوران ایسا محل پیش کر دوں گا لیکن اس کے مقابل پر ایک اور شخص جس کو کتاب الٰہی کا علم تھا یعنی یہودی عالم نے کہا کہ میں آپ کے پاس آنکھ جھپکنے سے پہلے مطلوبہ تخت لے آؤں گا۔ چنانچہ جب وہ اس عہد کو پورا کر چکا تو حضرت سلیمان نے کہا هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ۔

(نمل رکوع ۳)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی عالم نے اپنے اثر و رسوخ سے یہود سے جلد کام کروا لینے کی امید پر وعدہ کیا اور کامیاب ہو گیا جس کو "جن" اتنی جلدی کرنے پر قادر نہ ہو سکا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی نظر آنیوالی مخلوق ہی تھی۔

(باقی صفحہ ۴۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

مکرم بشیر الدین عباسی صاحب
کراچی

نماز کی اہمیت

نماز ایک عبادت ہے اور عبد کو معبود سے ملانے کا بڑا اہم ذریعہ۔ پوری شرائط ملحوظ رکھتے ہوئے نماز کی ادائیگی اپنی ذات میں اس قدر فوائد رکھتی ہے کہ انہیں تحریر میں لانا کار آسان نہیں۔ ہر نبی نے اپنی اُمت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی تعلیم دی اور اس کے لئے ہر مذہب نے اپنا علیحدہ طریق مقرر کیا لیکن سرورِ کائنات، فخرِ موجودات خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مذاہب سے آسان اور پیارا طریق منتخب کیا تا اس پر عمل کر کے انسان بآسانی اپنے معبودِ حقیقی سے تعلق قائم کر سکے۔

نماز دینِ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رُکن ہے۔ حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دین کا ستون قرار دیا ہے۔ گویا اگر ہم دینِ اسلام کو ایک رفیع الشان عمارت سے تشبیہ دیں تو نماز اس کا ایک بنیادی ستون قرار پائے گی۔

انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ نے عبادت ہی بنایا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ"

کہ جن اور انس کو محض اور محض عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ یہاں جن و انس سے ہر چھوٹا بڑا انسان مراد ہے جس کیلئے عبادت کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ نماز اسلام کا اتنا اہم رُکن ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سات سال کی عمر میں بچے کو نماز پڑھنے کی عادت ڈالی جائے اور دس سال تک اُسے نماز نہ پڑھنے پر سزا دے کر نماز کے لئے مجبور کیا جائے۔

بچے کی پیدائش پر پہلا سبق مذہب سے ہی تعلق رکھتا ہے اُس کے دائیں کان میں اذان دے کر اللہ جلّ شانہٗ کی عظمت بٹھائی جاتی ہے اور توحیدِ الٰہی کی آواز اُس کے کانوں میں ڈالی جاتی ہے اور بائیں کان میں نماز کو قائم کرنے کی تلقین کا افتتاح کیا جاتا ہے۔ اکبر الٰہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ابھی جنبش نہ دی تھی لوریٔ دامانِ مادر نے
کہ دل گرما دیا نعرہ اللہ اکبر نے

بچہ پیدائش کے وقت ہر بات سے نا آشنا ہوتا ہے اور اُس کا شعور خوابیدہ لیکن اس کے کانوں میں توحید و رسالت اور نماز کو قائم کرنے کا اعلان اس لئے کیا جاتا ہے کہ جب اُس کا شعور جاگے وہ ان فرائض پر کاربند ہو جائے۔

پس نماز ہر مسلمان کے لئے ازبس ضروری ہے انسان میں روح اور جسم دو چیزیں ہیں۔ اصل چیز روح ہے جسم اصل چیز نہیں۔ اگر روح نکل جائے تو جسم کس کام کا۔ وہ تو مُردہ ہو جاتا ہے۔ ہم جسم کو قائم رکھنے کے لئے کھانا کھاتے ہیں اور نہ جانے کیا کیا کھاتے اور پیتے رہتے ہیں۔ بیمار ہو جاتے ہیں تو علاج کراتے

ہیں اور دوا استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح رُوح کو قائم رکھنے کے لئے بھی ہمیں ایک غذا اور علاج کی ضرورت ہے اور وہ غذا اور وہ علاج عبادت اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہے۔ عبادت میں نماز شامل ہے۔

نماز ٹکریں مارنے کا نام نہیں محض اُٹھک بیٹھک کرنے سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ دل لگا کر نماز پڑھنے سے ہی رُوح تازہ رہتی ہے۔ بعض لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں لیکن نہ جانے انکی نظریں اور خیالات کہاں کہاں چکر لگا رہے ہوتے ہیں اس طرح نماز کا صحیح مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ نماز کو سنوار سنوار کر اور دل لگا کر پڑھنا چاہیئے۔ خیالات تو دل میں اُٹھتے ہی ہیں لیکن خیالات ہم پر غالب نہیں ہونے چاہئیں اور ہم اس طرح نماز پڑھیں کہ ہمیں یاد رہے کہ ہم نے کیا پڑھا ہے۔ جب دل سے نماز پڑھی جائیگی اور سنوار سنوار کر نماز پڑھی جائیگی تو ہم حقیقی نماز سے بھی آشنا ہو جائیں گے اور ہر قسم کی بدیوں اور بُرائیوں سے محفوظ رہیں گے اور اگر ہم اس ملاّ کی طرح کریں کہ جس کے متعلق کہتے ہیں کہ ایک روز وہ نماز پڑھا رہا تھا اُس کے کچھ پیسے مسجد میں گر گئے تھے جو باوجود تلاش کے نہ ملے۔ اتنے میں ایک شخص مسجد میں آیا اور اُسے وہ پیسے مل گئے چنانچہ وہ کہنے لگا کہ پیسے تو مل گئے مگر معلوم نہیں کتنے تھے! ملاّ جی اُس وقت سلام پھیرنے کو تھے۔ بجائے کہتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ انہوں نے دائیں بائیں منہ پھیرتے ہوئے کہا "دس آنے ۔۔۔ دس آنے" اس طرح ہماری نماز نماز نہ ہوگی۔

نماز کو غذا کے طور پر بھی اور دوا کے طور پر بھی پڑھا جاتا ہے۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ نماز میں دل نہیں لگتا نماز کیا پڑھیں۔ ایسے لوگ روحانی مریض ہوتے ہیں ان کا علاج اور دوا بھی نماز ہی ہے۔ سو وہ نماز کو بطور علاج کے پڑھیں مریض خوشی سے کڑوی دوا نہیں پیتا لیکن جب پیتا ہے راضی ہو جاتا ہے اگر ہم ایسے مریض ہیں تو نماز کو کڑوی دوا ہی سمجھ لیں۔ اس طرح ایک نہ ایک دن ہم راضی ہو جائیں گے اور ہمارا دل صاف ہو جائے گا۔

لطیفہ کے طور پر کہا جاتا ہے کہ نمازی چار قسم کے ہوتے ہیں۔
۱۔ ٹھاٹھ کا ۲۔ آٹھ کا ۳۔ تین سو ساٹھ کا ۴۔ کاٹھ کا۔
ٹھاٹھ کا وہ جو پانچوں نمازیں پابندی سے پڑھتا ہے۔ آٹھ کا وہ جو جمعہ جمعہ آٹھویں دن نماز پڑھے اور تین سو ساٹھ کا نمازی سال بھر میں صرف عیدین کی نماز پڑھے اور کاٹھ کا وہ جو جنازے کی نماز پڑھنا ہی کافی جانے۔ ان چاروں اقسام میں سے پہلی قسم ہی مومن اور اصلی مسلمان کی شان ہے یعنی "ٹھاٹھ کا نمازی"۔

مرنے کے بعد بوقت یوم الحساب پہلا سوال جو انسان سے کیا جائے گا وہ یہی ہوگا کہ اے بندہ کہلانیوالے کیا تو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بندگی کیا کرتا تھا یعنی نماز پڑھا کرتا تھا؟ اور پھر نماز وہ دربار الٰہی ہے جس میں ہر فریادی کی فریاد سُنی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوتا ہے مگر بشرطیکہ دل سے نماز پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نماز کے وقت اپنے تخت پر فروکش ہوتا ہے اور طلب کرنیوالے کو دیتا ہے۔ دعا کرنیکے اور بھی اوقات ہیں لیکن نماز وہ مقام ہے جو ذاکر و مذکور کا سنگم ہے اور جہاں عابد اور معبود کا ملاپ ہوتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ نماز کی اہمیت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حصول اسکی رضا جوئی کیلئے نماز پڑھی جائے۔ اسلام کی عمارت کو قائم رکھنے کے لئے مومن بننے کے لئے۔ برائیوں سے بچنے کے لئے اور پیدائش انسانی کے مقصد کو اپنانے کے لئے نماز ایک اہم فریضہ ہے اور ترقی زمانہ جدید کے لئے تو نماز اس طرح ضروری ہے جس طرح ہوا، خوراک اور پانی انسان کی زندگی کو قائم رکھنے کیلئے کیونکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ آج

(باقی صفحہ ۲۸ پر)

شعبہ اشاعت مرکزیہ

مجالس خدام الاحمدیہ کے صفحات

مجالس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کی تربیتی کلاسیں

سالِ رواں میں مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کے زیرِ اہتمام مختصر طرز کی کُل دس تربیتی کلاسز ضلع کے مختلف مقامات پر منعقد ہو چکی ہیں۔ سات کلاسز کی روداد قبل ازیں خالد کی مختلف اشاعتوں میں درج ہو چکی ہے بقیہ تین کے مختصر کوائف پیش ہیں:-

چھٹی تربیتی کلاس

چھٹی دو روزہ تربیتی کلاس مورخہ ۱۴ ۳/۶۲ تا ۱۵ ۳/۶۲ مسجد احمدیہ تبلیر تحصیل چونیاں میں ہوئی۔ عہد اور دعا کے بعد خاکسار نے تربیتی کلاس کی غرض واضح کی۔ نماز مغرب اور عشاء کے بعد گاؤں کے دوسرے احباب بھی آ گئے۔ خاکسار نے پنجابی زبان میں احمدیت کی تعلیم اور احمدیوں کی ذمہ داریوں کے موضوع پر تقریر کی۔ بعد میں انفرادی طور پر سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ آخری اجلاس کے بعد خدام بکصد مرتبہ درود پڑھ کر سو گئے۔ اگلے دن صبح نماز تہجد با جماعت ادا کی گئی۔ نمازِ فجر کے بعد خاکسار نے درسِ قرآن دیا اور خدام کو اپنے اندر علم حاصل کر کے تبلیغ کا جنون پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ دن کے گیارہ بجے تک خدام کی تنظیم کو مکمل کیا گیا۔ طریق کار سے آگاہ کیا۔ بعد ازاں ایک اجتماعی وقارِ عمل منایا گیا۔ نماز ظہر و عصر کے بعد محترم رحمت حق صاحب نگران مجلس ضلع لاہور نے خدام کیساتھ عہد دُہرایا اور کلاس کو برخاست کیا گیا۔

نویں تربیتی کلاس

نویں تربیتی کلاس مورخہ ۹ ۴/۶۲ تا ۱۰ ۴/۶۲ تک موضع کماں تحصیل لاہور میں جاری رہی جس میں کماں۔ رائے ونڈ۔ مومن وال۔ کوٹ رکھ شیخ۔ نانوڈوگر۔ مغل پورہ اور رینالہ خورد کے خدام نے شمولیت کی۔ نمازِ مغرب کے بعد عہد دہرایا گیا۔ خاکسار نے خدام کو توجہ دلائی کہ ہمیں نیکیوں اور سلسلہ کی خدمت اور خدا تعالیٰ کی توحید کی غیرت کے لئے ایک نہ ختم ہونیوالا جوش اپنے اندر پیدا کرنا لازم ہے۔ جب ہم خدا تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ لیکر کھڑے ہوتے ہیں تو ضروری ہے کہ اس کا عملی ثبوت ہر وقت دیں۔ نماز عشاء کے بعد کے اجلاس میں گاؤں کے غیر از جماعت دوست بھی آ گئے۔ خاکسار نے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا عشقِ رسول ؐ کے موضوع پر تقریر کی بعد میں محترم صوفی علی محمد صاحب معلم وقفِ جدید نے احمدیت کی تعلیم کو حاضرین کے سامنے پیش کیا۔ بعد ازاں خدام درود پڑھتے ہوئے سو گئے۔ اگلے دن نماز تہجد و فجر کے بعد محترم فضل الرحمٰن صاحب نے درسِ قرآن دیا۔ عہد دُہرا کر کلاس کو ختم کیا گیا۔

دسویں تربیتی کلاس

دسویں دو روزہ تربیتی کلاس مورخہ ۱۱/۴/۶۴ تا ۱۳/۴/۶۴ موضع کوٹ امیر محمد تحصیل چونیاں میں جاری رہی جس میں ۷ خدام اور ۱۰ اطفال نے حصہ لیا۔ انصار کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔ عہد کے بعد خاکسار نے جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض کو واضح کیا۔ رات کے اجلاس کی حاضری خوشکن تھی۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی دعوت سے روشناس کرایا گیا بعد میں خدام درود شریف پڑھتے ہوئے اور ذکر الٰہی کرتے ہوئے سو گئے۔ اگلے روز صبح نماز فجر کے بعد خاکسار نے درس قرآن دیا۔ احباب کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ناشتہ کے بعد تمام اطفال کو اکٹھا کر کے اُن کے دانتوں کی صفائی کرائی گئی۔ اذان سیکھنے کے لئے ایک انعام رکھا گیا۔ نماز ظہر کے بعد ایک اجتماعی وقار عمل منایا گیا۔ نماز مغرب کے بعد کے اجلاس میں خاکسار و مکرم فضل الرحمٰن صاحب نے خطاب کیا۔ رات کو تحریک جدید کی سلائیڈز کا دلچسپ پروگرام پیش کیا گیا۔ اگلے دن صبح نماز فجر کے بعد مکرم فضل الرحمٰن صاحب نے درس قرآن دیا اور عہد دُہرا کر کلاس کو برخاست کیا گیا۔ (منور احمد جاوید نائب قائد ضلع لاہور)

مجلس راولپنڈی کی حلقہ وار تربیتی کلاس

اس سال مجلس خدام الاحمدیہ راولپنڈی کے زیر اہتمام حلقہ جات میں تربیتی کلاسز (دو یا تین روزہ) کا انعقاد عمل میں لایا جا رہا ہے۔ قبل ازیں حلقہ احمد کمرشل کالج میں ایک تربیتی کلاس منعقد ہو چکی ہے۔ دوسری تربیتی کلاس حلقہ اسلام آباد میں بتاریخ ۳۰-۳۱ مئی ۱۹۶۴ء بروز ہفتہ و اتوار منعقد ہوئی۔ اس میں خدام کی حاضری ۹۰ فیصد رہی۔

مورخہ ۳۰ مئی ۶۴ء بروز ہفتہ بعد نماز عصر اس کلاس کا آغاز ہوا۔ تلاوت اور عہد کے بعد مکرم ملک حفیظ الرحمٰن صاحب صدر حلقہ اور مکرم فضل الرحمٰن صاحب سعید زعیم حلقہ نے تربیتی کلاس کی غرض و غایت، ضرورت اور فوائد پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد ایک عملی پروگرام ہوا جس میں اصلاح و ارشاد خدمت خلق اور وقار عمل کے کام سرانجام دیئے گئے۔ تمام خدام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

بعد نماز مغرب ملک حفیظ الرحمٰن صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب "ایک غلطی کا ازالہ" سے درس دیا اور اس رسالہ کے لکھنے کا مقصد بیان کیا بعد ازاں نماز اور فقہ اسلامی کے متعلق مختلف مسائل کے جوابات مکرم مرزا عبدالحق صاحب مولوی فاضل نے دیئے مکرم منیر احمد صاحب نوری نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے کے موضوع پر تقریر کی اور ثابت کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس ضلالت کے زمانہ میں اسلام کا چہرہ کس طرح گمراہی کے پردے ہٹا کر ہمارے سامنے پیش کیا۔ آخر میں حفیظ احمد صاحب طفل نے "رسول اللہ کی باتیں" پڑھ کر سنائیں۔

مورخہ ۳۱/۵/۶۴ بروز اتوار کلاس کا تیسرا اجلاس نماز تہجد اور فجر کی ادائیگی کے بعد شروع ہوا۔ مکرم مرزا عبدالحق صاحب نے آیت خاتم النبیین کی تشریح مدلل اور دلنشین پیرایہ میں بیان کی۔ پھر قرآن کریم کی پانچ دعائیں اور پانچ احادیث شریف خدام کو زبانی یاد کروائی گئیں۔ ایک تقریری مقابلہ مختلف موضوعات پر بھی کرایا گیا جس میں ۹ خدام نے حصہ لیا۔ آخر میں مکرم حفیظ الرحمٰن صاحب صدر حلقہ نے اختتامی تقریر میں خدام کو علمی باتوں کو سیکھنے اور عملی کاموں میں حصہ لینے کی تلقین کی۔ (معتمد مجلس خدام الاحمدیہ راولپنڈی)

نہائیت نامناسب اور دل آزار اقدام

آج سے چند دن پہلے پاکستان کے مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی اس خبر سے کہ گورنر حکومت مغربی پاکستان نے سیدنا امام الزمان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" کو ضبط کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تمام روئے زمین پر جماعتہائے احمدیہ میں شدید رنج و غم اور بے چینی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ یہ امر ہر احمدی کے لئے انتہائی تعجب انگیز ہے کہ ایک ایسے رسالہ کو جو آج سے ساٹھ ستر برس قبل بارہا ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر سرزمین ہند و پاکستان کے طول و عرض میں شائع ہوتا رہا اور کبھی کسی فرقہ وارکشیدگی کا موجب قرار نہیں دیا گیا اب اچانک بغیر کوئی معقول وجہ بیان کئے ضبط کیا جا رہا ہے۔ کاش حکومتِ مغربی پاکستان ایسا غیر معقول اقدام کرنے سے پہلے اس کے ہر پہلو پر حکیمانہ اور عادلانہ غور کر لیتی تو کبھی بھی ایسے نامناسب اقدام کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔

یہ اقدام اس حد تک غیر معقول ہے کہ ہم یقین نہیں کر سکتے کہ یہ فعل گورنمنٹ کے ذمہ دار بالا افسران کے ایماء پر ہوا ہے۔ اور اگر ہمارا یہ خیال درست ہے تب بھی حکومت موردِ الزام ٹھہرتی ہے کہ اس کی انتظامی مشینری کے کل پرزے ٹھیک طور پر کام نہیں کر رہے۔ اور اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ کتابوں کی جانچ پڑتال اور ضبطی کی سفارش کرنے والے محکمہ کی کارکردگی کی زیادہ کڑی نگرانی کی جائے اور جب تک بالاترین افسران خود پوری طرح غور و فکر کرنے کے بعد کسی کتاب کا ضبط کرنا ناگزیر نہ سمجھیں ایسا اقدام نہ کیا جائے۔ مزید برآں یہ بھی مناسب ہوگا کہ اس کتاب سے تعلق رکھنے والے فریق کو پہلے وضاحت کا موقع دیا جائے اور محض یکطرفہ کارروائی نہ کی جائے۔

ہم حکومت سے مؤدبانہ مگر پُرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ شرافت، تدبّر اور انصاف کے تقاضوں کے پیشِ نظر کتاب "ایک غلطی کا ازالہ" کی ضبطی کے نامناسب اور دل آزار حکم کو جلد از جلد واپس لے لے اور ملک کی اس پُرامن اور نہایت وفادار جماعت کے لاکھوں افراد کو اس تشویش سے رہائی دلائے جو اس کے مقدس بانی کی تحریرات پر پابندی کے باعث ان میں پیدا ہو چکی ہے۔ اور مجروح دلوں کی آہوں کی بجائے ان کے جذبات تشکّر سے لبریز دعاؤں سے فیضیاب ہو *

جنّات کی حقیقت — (از صفحہ ۴۲)

سورۃ کہف میں ابلیس کو بھی جنّ کہا گیا ہے اور ابلیس کی صفات میں تکبر و خود پسندی وغیرہ کا خاص طور پر ذکر کیا ہے اور یہی صفات انبیاء کے مقابل پر تکذیب و تکفیر کرنے والوں کی ہوتی ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ حضرت انسان کی مختلف استعدادوں کے پیشِ نظر ان کا نام جنّ و انس قرار دیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا واقعات و آیات سے یہ تو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ "جنّ" مخلوق ضرور ہے خواہ وہ مخفی مخلوق ہو یا حفاظتی لحاظ سے ہو لیکن یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی یہ ماننے کے قابل ہے کہ کوئی ایسی مخلوق بھی ہے جو انسانوں کو اپنے کھیل تماشہ کا نشانہ "بنا لیتی ہے اور بلا وجہ آکر چمٹ جاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (اس مضمون کی آئندہ قسط میں احادیث نبوی میں بیان کردہ جنّات کی حقیقت کا ذکر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ)

نماز کی اہمیّت — (بقیہ صفحہ ۴۴)

احمدیت ہی حقیقی اسلام کی مظہر ہے۔ اس اہمیّت کے پیشِ نظر ہم احمدیوں کا نمونہ یہ ہونا چاہیئے کہ نہ صرف ہم میں سے ہر چھوٹا بڑا خود نماز پڑھے بلکہ اپنے دائرۂ اختیار میں اپنے عملی نمونہ سے دوسروں کو بھی اس فریضہ کی ادائیگی کی طرف پوری طرح مائل کر دے۔

احمدی ایک اشتہار کی مانند ہے جو کبھی پوشیدہ نہیں رہ سکتا تبلیغ کا بڑا ذریعہ اپنا صحیح نمونہ ہوتا ہے اور فریضۂ تبلیغ ہم خود کو حقیقی احمدی اور ارکانِ اسلام پر عمل کرنیوالا بنا کر ہی بہتر رنگ میں ادا کر سکتے ہیں۔

ماہنامہ "الفرقان" اور احباب کا فرض

● حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا ارشاد :-

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس چالیس ہزار بلکہ ایک لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے۔" (الفضل ۵ رجنوری ۱۹۵۶ء)

● حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابلِ قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں اور قرآن کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رسالہ اُس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدِ نظر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اُردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ خواہش بڑی گہری اور خدا کی پیدا کردہ آرزو پر مبنی ہے کہ اگر ایسے رسالہ کی اشاعت ایک لاکھ بھی ہو تو پھر بھی دُنیا کی موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کم ہے۔ پس مخیر اور مستطیع احمدی اصحاب کو یہ رسالہ نہ صرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں خود خریدنا چاہیئے بلکہ اپنی طرف سے نیک دل اور سچائی کی تڑپ رکھنے والے غیر احمدی اور غیر مسلم اصحاب کے نام بھی جاری کرانا چاہیئے تا اس رسالہ کی غرض و غایت بصورت احسن پوری ہو اور اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی پوری شان کے ساتھ ساری دُنیا کو اپنے نور سے منور کرے۔" (خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۱۱/۷/۵۹)

(الفضل ۱۰ رجولائی ۱۹۵۹ء)

رسالہ کا سالانہ چندہ چھ روپے ہے!

مینجر الفرقان ربوہ

ٹائٹل نصرت پریس ربوہ میں چھپا